



الدراسات

سائنس

مجلد 72

72

جنوری

2000

ISSN-0971-5711

اسلام اور علم



Rs. 12

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے.....

☆ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی آخرت میں جواب دہی کا باعث ہوگی۔ اس لیے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔

☆ حصول علم کا بنیادی مقصد انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ معیشت کا حصول ایک ضمنی بات ہے۔

☆ اسلام میں دینی علم اور دنیاوی علم کی کوئی تقسیم نہیں ہے، ہر وہ علم جو مذکورہ مقاصد کو پورا کرے، اس کا اختیار کرنا لازمی ہے۔

☆ مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ دینی اور عصری تعلیم میں تفریق کے بغیر ہر مفید علم کو ممکن حد تک حاصل کریں۔

☆ انگریزی اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام گھروں پر، مسجد یا خود اسکول میں کریں۔ اسی طرح

دینی درسگاہوں میں پڑھنے والے بچوں کو جدید علوم سے واقف کرانے کا انتظام کریں۔

☆ مسلمانوں کے جس محلہ میں مسجد، مکتب، مدرسہ یا اسکول نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کی کوشش ہونی چاہئے۔

☆ مسجدوں کو اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ابتدائی تعلیم کا مرکز بنایا جائے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ دینی تعلیم، اردو

اور حساب کی تعلیم دی جائے۔

☆ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیسہ کے لالچ میں اپنے بچوں کو تعلیم سے پہلے کام پر نہ لگائیں، ایسا کرنا ان کے ساتھ ظلم ہے۔

☆ جگہ جگہ تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے جائیں اور عمومی خواندگی کی تحریک چلائی جائے۔

☆ جن آبادیوں میں یا ان کے قریب اسکول نہ ہو وہاں حکومت کے دفاتر سے اسکول کھولنے کا مطالبہ کیا جائے۔

منجانب:

1- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب (لکھنؤ) 2- مولانا سید کلب صادق صاحب (لکھنؤ) 3- مولانا ضیاء الدین اصلاحی

صاحب (اعظم گڑھ) 4- مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (پھلواڑی شریف) 5- مفتی منظور احمد صاحب (کانپور) 6- مفتی

محبوب اشرفی صاحب (کانپور) 7- مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (دیوبند) 8- مولانا مرغوب الرحمن صاحب (دیوبند)

9- مولانا عبد اللہ اجرووی صاحب (میرٹھ) 10- مولانا محمد سعود عالم قاسمی صاحب (علی گڑھ) 11- مولانا مجیب اللہ ندوی

صاحب (اعظم گڑھ) 12- مولانا کاظم نقوی صاحب (لکھنؤ) 13- مولانا مقتدر احسن ازہری صاحب (بنارس) 14- مولانا

محمد رفیق قاسمی صاحب (دہلی) 15- مفتی محمد ظفر الدین صاحب (دیوبند) 16- مولانا توصیف رضا صاحب (بریلی)

17- مولانا محمد صدیق صاحب (ہتھورا) 18- مولانا نظام الدین صاحب (پھلواڑی شریف) 19- مولانا سید جلال الدین

عمری صاحب (علی گڑھ) 20- مفتی محمد عبد القیوم صاحب (علی گڑھ)

ہم مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ تجاویز پر اخلاص، تنظیم اور محنت کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور ہر اس

لاوا سے، فرد اور انجمن سے تعاون کریں جو مسلمانوں میں مکمل تعلیم کے فروغ اور ان کی فلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ
انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان

اردو ماہنامہ

سائنس
نئی دہلی

72

ترتیب

- اداریہ ————— 2
- اسلام اور علم ————— آفتاب احمد 3
- سائنسی مزاج اور مسلمان ————— ڈاکٹر محمد اسلم پرویز 15
- اسلام اور علم ————— عبدالغنی شیخ 30
- علم کی تقسیم یا ترتیب ————— سید عقیل القروی 40
- علم اور اسلام ————— ڈاکٹر ایس این اے رضوی 42
- اسلام کا نظریہ علم ————— عبد اللہ فاروق خاں 44
- دین اسلام اور علم ————— سید ظہیر عباس جعفری 48
- سائنس اور مسلمان ————— نور جہاں غازی 51

ضروری اعلان

خصوصی خبر کی اشاعت کی وجہ سے اس ماہ ہمارے مستقل کالم (سوال جواب، کسوٹی، لائٹ ہاؤس وغیرہ) شائع نہیں ہو سکے۔
انشاء اللہ اگلے شمارے سے تمام کالم حسب سابق، شائع ہوں گے۔ "سائنس کلب" کے ممبران کی تصاویر اور مختصر تعارف بھی اگلے ماہ سے شائع ہوگا۔

جلد نمبر (7) جنوری 2000ء جلد نمبر (1)

ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

مجلس ادارت:	مجلس مشاورت:
صدر: پروفیسر آل احمد سرور	ڈاکٹر عبدالعزیز (دکن کرنا)
ممبران:	ڈاکٹر عابد معز (ریاض)
ڈاکٹر شمس الاسلام فاروقی	عبدالحق انگر (نورتن)
عبد اللہ ولی بخش قادری	ڈاکٹر یحییٰ محمد خاں (امریکہ)
ڈاکٹر شب عبد اللہ	ڈاکٹر مسعود اختر (امریکہ)
مبارک کاچی (مہاراشٹر)	جناب امتیاز صدیقی (جدہ)
عبدادود ولساری، مغربی بنگال،	
آفتاب احمد	سرورق جلاویہ اشرف

قیمت فی شمارہ 12 روپے	برائے غیر ممالک:
5 ریال (سعودی)	(دو سال ڈاک سے)
5 درہم (ع۔ اے۔ ای)	60 ریال (دور درجم)
2 ڈالر (امریکی)	24 ڈالر (امریکی)
1 پاؤنڈ	12 پاؤنڈ
سالانہ (سادہ ڈاک سے)	امانت تاجمرا:
130 روپے (افغانی)	2000 روپے
140 روپے (ادائی)	240 ڈالر (امریکی)
300 روپے (بڈر پیڈر جرنل)	100 پاؤنڈ

فون ریکس : 692-4366 (رات 10 تا 12 بجے صرف)

ای میل پتہ : parvaiz@ndf.vsnl.net.in

اس ماہ کے ممبران کو شائع کا مطالب ہے کہ آپ کلر سائز ختم ہو گیا ہے

نئی صدی کا عہد نامہ

موجودہ صدی کے اس آخری سال میں آئیے ہم یہ عہد کریں کہ اگلی صدی کو اپنے لیے

”تکمیل علم صدی“

بنائیں گے۔۔۔ علم کی اس غیر حقیقی اور باطل تقسیم کو ختم کر دیں گے جس نے درسگاہوں کو ”مدرسوں“ اور ”اسکولوں“ میں بانٹ کر آدھے اور دھورے مسلمان پیدا کیے ہیں۔

آئیے عہد کریں کہ نئی صدی مکمل اسلام اور مکمل علم کی صدی ہوگی۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی سطح پر یہ کوشش کرے گا کہ ہم خود اور ہماری سرپرستی میں تربیت پانے والی نئی نسل بھی مکمل علم حاصل کر سکے۔۔۔ ہم ایسی درسگاہیں تشکیل دیں گے جہاں اسکولی سطح تک مکمل علم کی تعلیم ہو اور جہاں سے فارغ ہونے والا طالب علم حسب منشا علم کی کسی بھی شاخ میں، چاہے وہ تفسیر، حدیث یا فقہ ہو چاہے الیکٹرانکس، میڈیسن یا میڈیا ہو، تعلیم جاری رکھ سکے گا۔۔۔

آئیے ہم عہد کریں کہ مکمل علم و تربیت سے آراستہ ایسے مسلمان بنیں گے اور تیار کریں گے کہ جن کے شب و روز محض چند ارکان پر نہ لگے ہوں بلکہ وہ ”پورے کے پورے اسلام میں ہوں“ تاکہ حق بندگی ادا کرتے ہوئے دنیا میں وہی کام کریں کہ جن کے واسطے ان کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی وہ خیر امت جس سے سب کو فیض پہنچے۔

اگر ہم صدق دلی سے اور خلوص نیت سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کی غرض سے یہ قدم اٹھائیں گے

تو انشاء اللہ یہ نیا سال اور نئی صدی ہمارے لیے مبارک ہوگی۔ آمین ثم آمین!

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

اسلام اور علم

علم، ع۔ ل۔ م۔ ماوے سے مل کر بنا ہے اور اس کی ضد جہل ہوتی ہے (1)۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”کسی شے کی حقیقت کا اور اک (Perception) علم ہے۔“ یہ دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

اولاً کسی شے سے متعلق، اس کے موجود یا موجود نہ ہونے کا

فیصلہ کرنا۔ دوم کسی شے پر اس کی موجودگی یا اس کے حقی ہونے کا حکم لگانا (2)۔

علم کی باضابطہ تعریفیں

علامہ نے علم کی قطعی اور کسی جامع و مانع تعریف سے بالعموم احتراز کیا ہے، لیکن ان کی پیش کردہ صدمات تعریفات کو اگر مجمل صورت دے دی جائے تو بھی ان کی تعداد خاصی ہو جاتی ہے۔ ہم یہاں چند نمایاں تعریفات کا ذکر کریں گے جو کہ درج ذیل ہیں:

علم ایک مفت ہے، جس کے ذریعہ کسی شے کا اور اک حاصل ہوتا ہے (3)۔ علم اور اک یا تحصیل یا وجدان (Intuition) یا حقیقت ہے، علم ثبوت ہے۔ علم نام ہے بیان و اثبات، یا تمیز اور قطع کا۔ علم تحقیق ہے علم افادہ ہے۔ علم تخلیقات اور تصورات کی تحقیق ذہنی ہے۔ علم ایمان ہے۔ یہ ایک صفت اضافیہ ہے عالم اور معلوم کے مابین (4)۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرو، کیونکہ اللہ کی خوشنودی کے لیے علم کی تعلیم لازمی ہے، علم کی طلب عبادت ہے، علم کی تلاش جہاد ہے، بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے، مستحق لوگوں کو علم سکھانا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ علم حلال اور حرام (کے مابین امتیاز) کا نشان ہے۔ جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے، تنہائی میں مونس ہے، پردیس میں رفیق ہے، غلوت میں ندیم ہے، دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے، دوستوں میں زینت ہے، علم کے ذریعے بلندی اور امانت ملتی ہے۔ علم اہل علم کی سیرت کو مکمل کر کے اسے دوسروں کے لیے نمونہ بناتا ہے اور ان کے لیے ترمو و بحر کے رہنے والے دعا کرتے ہیں۔

میں 778 مرتبہ وارد ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس ماوے کے اشتقاق (Derivatives) جس کثرت سے آئے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ قرآن مجید کی رو سے علم کو غیر معمولی بلکہ فوق الکل اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں علم سے متعلق جو آیات موجود ہیں ان سے خدائے تعالیٰ کے علم کی

صفات خاص کا تعلق ہوتا ہے۔

حقائق کائنات، مشاہدات اور صالح تحقیق کی صنعتوں کے علم کی طرف اشارے اور ان کے مطالعے کی ترغیب بھی موجود ہے۔ ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے علم قرآن کے حصول کو رحمت الہی کا موجب قرار دیا۔ نیز طلب علم کو جنت کا ذریعہ ٹھہرایا ہے (10)۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے اس علم و ہدایت کو جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ آپ ﷺ نے اسے فراوان پاداش سے تشبیہ دی ہے (جو ثمر آور ہوتی ہے) (11)۔

نبی کریمؐ نے رفقاء عامہ کی خاطر بے غرض حصول علم اور بے غرض اشاعت علم کو بہت سرلہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ سے ہذریہ وحی فرمایا کہ میں علیم ہوں اور ہر صاحب علم سے محبت کرتا ہوں۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ علم کا سیکھنا اور سکھانا ذکر اللہ کی طرح فضیلت رکھتا ہے، نیز آپؐ نے فرمایا کہ خود مجھے اللہ تعالیٰ نے علم کتاب سکھانے کے لیے بھیجا ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم حاصل کرو، کیونکہ اللہ کی خوشنودی کے لیے علم کی تعلیم لازمی ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے، علم کی تلاش جہاد ہے، بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے، مستحق لوگوں کو علم سکھانا اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے، علم حلال اور حرام (کے مابین امتیاز) کا نشان ہے، جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے، تنہائی میں مولس ہے، پردیس میں رفیق ہے، غلوت میں ندیم ہے، دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے، دوستوں میں ذریت ہے، علم کے ذریعے بلندیاں اور کمالات ملتی ہیں، علم اہل علم کی سیرت کو مکمل کر کے اسے دوسروں کے لیے نمونہ بناتا ہے اور ان کے لیے بردہ و جہ کے رہنے والے دعا کرتے ہیں (12)۔

یہ ماننا پڑے گا کہ دنیا کی سب سے بڑی علمی تحریک دور اسلامی میں پیدا ہوئی۔ منجملہ دوسری احادیث کے مندرجہ ذیل احادیث میں ان خاص ترغیبی اثرات کا پتہ چلتا ہے جن سے یہ تحریک فروغ

علم کا مصدر و منبع (Origin) صرف خدا کی ذات ہے اور اس سے زیادہ جانے والا بھی کوئی نہیں وہ علیم و علام ہے۔ خدا کا علم وسیع و محیط ہے وہ واسع علیم ہے۔ وہ افس و آفاق کے علم کا مالک اور عالم الغیب و الشہادہ ہے۔ وہ دلوں کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جنہیں لوگ چھپاتے ہیں (8)۔ زمینوں اور آسمانوں کے اسرار اور بحر و بر میں چھپی ہوئی جتنی حکمتیں ہیں خدا کا علم ان سب پر محیط ہے اور مفاہیغ الغیب کا علم اسی کے پاس ہے (9)۔ جو کچھ آئندہ آنے والا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے۔ یوم الساعہ کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔

یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ مسلمانوں نے علم یونانیوں اور دوسرے عجمیوں سے سیکھا۔ مسلمانوں کی اصل دینی تحریک قرآن مجید سے ابھری۔ مسلمانوں کے نزدیک علم شک سے نہیں یقین سے پیدا ہوتا ہے اور اسی یقین کی بدولت مسلمان تسخیر عالم کے قابل ہوئے

انسان جو علم حاصل کرتا ہے وہ علم بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس کی حقیقت، اس کے نتائج اور اس کے مضمرات کا صحیح علم بھی اسی کو ہے۔ انسان جو علم حاصل کرتا ہے وہ وہی (Congenital) بھی ہے اور آکسابی بھی، مگر منبع ہر حال میں خدا کی ذات ہے۔

(ب) علم حدیث کی رو سے اور اہل حدیث کی نظر میں: قرآن مجید کے بعد رسول کریم ﷺ کی احادیث آتی ہیں جو قرآن کی تشریح و تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کی روایت و حفاظت کا علم ہے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں علم کی دوسری شاخیں، بلکہ

پذیر ہوئی، ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔“ (13)۔

یہ قدرتی امر تھا کہ قرآن وحدیث کی اس رہنمائی میں محدثین، صحابہ وتابعین نے تحصیل علم پر خاص زور دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود لڑکوں کو پڑھتے دیکھتے تو فرماتے: ”شاباش! تم حکمت کے سرچشمے ہو، تاریکی میں روشنی ہو۔ تمہارے کپڑے بھلے پھٹے پرانے ہوں تو کیا، مگر دل تورتو تازہ ہیں۔ تم علم کے لیے گھروں میں مقید ہو، مگر تم ہی قوم کے مہکتے والے پھول ہو۔“

دنیا میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے ہی علم میں آفاقی (Universal) نظریہ قائم کیا۔ دنیا کی عمومی عالگیر تاریخ لکھنے کا رواج مسلمانوں سے شروع ہوا۔ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے تذکرے بھی سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی مرتب کیے، کیونکہ قرآن مجید نے خود سب مذاہب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح وہ رجحان جسے آج کل World View کہا جاتا ہے مسلمانوں کا ہی پیدا کردہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا: ”آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟“ جواب دیا: ”موت تک“ سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا: ”طلب علم کی سب سے زیادہ ضرورت کسے ہے؟“ جو سب سے زیادہ صاحب علم ہے۔ ”تمام شافعی فرماتے ہیں ”علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور کسی گنہگار کے دل میں نہیں آسکتا۔“

مسلمانوں کے قدیم علمی نظریے کی خصوصیات: مسلمانوں کا تصور علم اور بعد میں ان کی ساری علمی تحریکیں قرآن مجید کے اثرات کی رچین منت ہیں۔ یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ مسلمانوں نے علم یونانیوں اور دوسرے عجیبوں

سے سیکھا۔ مسلمانوں کی اصل دینی تحریک قرآن مجید سے ابھری۔ مسلمانوں کے نزدیک علم تک سے نہیں یقین سے پیدا ہوتا ہے اور اسی یقین کی بدولت مسلمان تخیل عالم کے قائل ہوئے۔ مسلمانوں کے نزدیک جو علم یقین سے پیدا نہیں ہوتا وہ انتشار ذہنی پر منتج ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے خدا، رسول، آخرت، قرآن مجید، جزا و سزا اور نیکی میں یقین کو لازمی ٹھہرا کر نوع انسانی کے لیے سکون و اعتماد کی فضا پیدا کی ہے اور نامعلوم کے بارے میں جستجو، تحقیقات اور تجربے کو بھی تسلیم کیا ہے۔ تخیل کائنات قرآنی علوم کا ایک اہم مقصد ہے تاکہ نیکیاں پھیلیں، انسانوں کی فلاح وسعادت کے سامان مہیا ہوں اور کلمہ اللہ تمام عالم پر چھا جائے۔ قرآن مجید کی رو سے انسانی علم معرفت خداوندی کے علاوہ ایک مقصدی سلسلہ عمل بھی ہے۔ علم کے ساتھ اعمال صالحہ لازم و ملزوم ہیں۔ علم کا ایک مقصد خدا کی معرفت اور دوسرا تزکیہ نفس ہے۔ ایک اور مقصد اجتماع انسانی کی تہذیب ہے، جو عمومی فلاح وخیر کا باعث ہو۔ علم کا ایک اور مقصد مشاہدہ کائنات اور تحقیق وجستجوئے اشیاء (علم الاشیاء) اور خدا کی حکمتوں کی دریافت ہے۔

بے نفع علم اور بے عمل حکمت قرآنی کے خلاف ہے۔ مگر یہ نا فیت مغرب کے Pragmatism سے مختلف ہے۔ قرآن مجید کی پیش کردہ نا فیت خود غرضی سے پاک ہے اور اس میں دین و دنیا دونوں کا نفع پایا جاتا ہے ان عظیم اصولوں کے تحت اسلام کی علمی تحریک نے عالم گیر اثرات پیدا کیے اور باوجودیکہ بیرونی حملہ آوروں نے بار بار اس تحریک کو تہہ و بالا کیا، مگر قرآن مجید کے گہرے نفوذ کی وجہ سے یہ تحریک ہر بار خود کو از سر نو منظم کرنے میں کامیاب ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ تاتاریوں کی تباہ کن یلغار سے اگرچہ مسلمانوں میں عقل تجربی والے سائنسدان اور ان کے محمل (Laboratories) بریاد ہو گئے جس کے باعث اسلامی تجربی تحریک جاری نہ رہ سکی، تاہم مسلمانوں کی علمی تحریک جدید مغربی غلبے کے آغاز تک شائستگی

شانگسی کی جستجو اور حکمت خدواندی کی دریافت کی بے غرض لگن اسی علمی تحریک کے نتائج ہیں۔

یورپ کی نشاۃ الثانیہ (Renaissance) پر مسلمانوں کی علمی تحریک کے اثرات:

یورپ کی موجودہ تہذیب پر مسلمانوں کی علمی تحریک کا بہت بڑا احسان یورپ میں طریق تجزیہ و تجربہ کا آغاز ہے، جس سے سائنسی طریقہ کار اور عمل کی طرف توجہ ہوئی۔ ابتداء میں یہ عمل عقلی انسانیت (Rational Humanism) کی شکل میں ظاہر ہوا۔ بیکن (Bacon) کی مشہور کتاب Advancement of Learning اسی رجحان کی آئینہ دار ہے۔ بعد میں اہل

کردار اور عمومی فلاح و سعادت کا بہت بڑا وسیلہ ثابت ہوئی اور مغرب نے اس سے بہت کچھ سیکھا۔

مسلمانوں کی اس علمی تحریک کی ایک خصوصیت اس کی حرکت (Dynamism) تھی، جو عقائد و افکار کو زندگی کی حرکت (عمل) کا ذریعہ بناتی رہی۔ ذہن سے خارج کی طرف سفر اس کا خاصہ تھا۔ عقیدے کی خاطر مسلمان دنیا میں پھیلنے رہے۔ انھوں نے جمادات، حیوانات، جغرافیہ ارضی اور طبعی احوال، یعنی پانیوں، سمندروں، جزئی بوٹیوں، درختوں، پودوں، پرندوں، گھوڑوں، اونٹوں، قبیلوں اور نسلوں کی اقسام وغیرہ کا مشاہدہ کیا اور کتابیں لکھیں اور ان کے لیے سفر اختیار کیے۔

اسلامی تحریک علمی کی دوسری خصوصیت عملیت ہے۔ عملیت سے مراد ان مقاصد کا ذوق ہے جو فرد و اجتماع دونوں کے لیے مفید ہوں۔ مسلمانوں نے بے مقصد اور بے نفع علوم کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔

اس کی تیسری خصوصیت کلیت یا سالمیت ہے، یعنی مسلمانوں نے زندگی کو اس کے اجزاء کے حوالے سے نہیں دیکھا، بلکہ کل کو مد نظر رکھا (یعنی خارج کے ساتھ باطن، حواس و تخیل کے ساتھ عقل و روح اور دنیا کے ساتھ آخرت)۔ دنیا میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے ہی علم میں آفاقی (Universal) نظریہ قائم کیا۔ دنیا کی عمومی عالمگیر تاریخ لکھنے کا رواج مسلمانوں سے شروع ہوا۔ اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے تذکرے بھی سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی مرتب کیے، کیونکہ قرآن مجید نے خود سب مذاہب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس طرح وہ رجحان جسے آج کل World View کہا جاتا ہے مسلمانوں کا ہی پیدا کر رہا ہے (14)۔

ایک اہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے علم کو نیکی کے حصول کا ذریعہ بنایا۔ ذہانت کے فروغ کے ساتھ ساتھ انسانی ہمدردی اور انسانیت کے جذبے کی تقویت کو مقصود قرار دیا۔ ذوق نیکی کے ساتھ ساتھ زندگی کے نظم اور ادب و

ولیم آف نارمنڈی کے ساتھ پیشتر یہودی فضلاء، جنھوں نے مسلمانوں سے علوم حاصل کیے تھے، انگلستان پہنچے، جہاں آکسفورڈ میں انکے ہاتھوں پہلا اسکول قائم ہوا۔ اسی اسکول میں راجر بیکن (1214ء تا 1293ء) نے عربی زبان اور علوم حکمیہ حاصل کیے۔ یہ وہی راجر بیکن ہے جس کے سر یورپ میں تجربی علم کا سہرا ہے۔

مغرب نے سائنسی اکتشافات کی طرف قدم بڑھایا۔ عربوں کے علوم و فنون کے اثرات کا عقلی اثر یہ ہوا کہ دریافت (مشاہدہ اور عقلی تجربہ) کی رسم پڑی۔ اس وجہ سے یورپ نے استقراء سے کام لیتا شروع کیا اور سائنس اور ریاضی کی طرف توجہ زیادہ ہوئی، اس لیے کہ ان کی بنیاد مشاہدہ و تجربہ پر ہے۔ اسلامی علوم و فنون اور ان کے اسالیب کے زیر اثر یورپ میں نشاۃ الثانیہ کی تحریک ابھری (15)۔

اسلامی علوم فنون نے کچھ تو ہنگامی اور بلقانی ریاستوں کے راستے اور زیادہ تر انڈس اور مقلیہ کے راستے یورپ میں نفوذ کیا۔

فلسفہ (Philosophy)

مسلمانوں نے ہی مغرب کو فلسفہ یونان سے آشنا کیا اور یونانی حکمت سے یورپی اہم علم کو اس وقت شغف پیدا ہوا جب وہ عربی فکر سے آشنا ہوئے۔ یورپ پر گہرا اور دیرپا اثر بوعلی سینا کے لاطینی تراجم سے ہوا۔ بوعلی سینا نے جو تصورات یورپ کو دیئے ہیں ان میں مقولات (Intentio) بالخصوص قابل ذکر ہے، جس کے معنی ہیں وہ چیزیں جو عقل سے سمجھ میں آسکیں۔ اپنے زمانے کا مشہور صاحب علم البرٹس میکلس (Albertus Magnus) (1193ء تا 1280ء) ابن سینا کے علاوہ القاری ابن رشد کے افکار سے بھی مستفید ہوا۔ اس کے افکار کا ماخذ ابن سیمون کے عربی تراجم تھے۔ البرٹس میکلس کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ارسطو کے فلسفے کو لاطینی ثقافت میں سمودیا۔

مغرب کے مصنف القاری ابن تصانیف سے بھی حیرت انگیز طور پر متاثر ہوئے۔ بعض اہم مسائل میں القاری ابن سینا کا نام ایکویناس (St. Thomas Aquinas) (1214ء تا 1292ء) میں حیرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے، مثلاً عقل انسانی کی اہمیت، وجود باری تعالیٰ، توحید ذات، عرفان الہی کا امکان، کلام الہی کا ذہن انسانی پر وارد ہونا، اسائن باری تعالیٰ، معجزات کا دلیل نبوت ہونا اور حشر اجساد وغیرہ (17)۔

علم تاریخ (History)

اس علم کے ساتھ مسلمانوں سے زیادہ کسی نے اہتمام نہیں کیا۔ مسلمانوں سے پہلے تاریخ محض واقعات (بلا سند) پر مبنی تھی، جسے توہم و تفاخر اور قصہ داستان کا مجموعہ سمجھا جاسکتا ہے۔ مسلمان چونکہ امر واقعہ کی صداقت کے جو یا رہتے تھے، لہذا انھوں نے علمی بنیادوں پر علم تاریخ کی بنیاد قائم کی، جس کے لیے انھوں نے شہادت، روایت، درایت، تبتیوں کو اہمیت دی۔ انھوں نے ہر قسم کی روایتوں میں سند کی مسلسل جستجو کی اور راویوں کے حالات اس سعی و تلاش سے بہم پہنچائے کہ اسے ایک عظیم

خلافت اندلس میں پوری علمی آزادی حاصل تھی۔ طلیطلہ اور قرطبہ کے مضامین میں پیشتر خاتما ہیں تھیں، جو مسافروں کے لیے اقامت گاہوں کا کام دیتی تھیں۔ یورپ کے تمام ممالک سے طالبان علم عربوں کے علمی مرکوز کارخ کرتے تھے۔ صقلیہ میں تارمنوں اور فریڈرک دوم اور اس کے جانشینوں نے مختلف علوم فنون (فلسفہ، سائنس اور طب) کی کتابیں لاطینی میں بکثرت ترجمہ کرائیں۔ یورپ میں اندلس کے اسلامی علوم و فنون کی اشاعت بھی فریڈرک کے واسطے سے اطالیہ اور صقلیہ کی راہ سے ہوئی اور فلسفہ و طب کے علاوہ دیگر علوم کی کتابیں بھی لاطینی زبان میں ترجمہ کی گئیں۔ عربی کتابوں کے عبرانی اور لاطینی تراجم یورپ کے لیے سرچشمہ رحمت ثابت ہوئے۔ ولیم آف نارمنڈی کے ساتھ پیشتر یہودی فضلاء، جنھوں نے مسلمانوں سے علوم حاصل کیے تھے، انگلستان پہنچے، جہاں

مسلمانوں نے علم تاریخ کو اتنی ترقی دی کہ تاریخ نویسی کے سائنسی انداز کی موجودہ مغربی تحریک بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ واقعات لکھتے وقت ہر فقرے کے لیے ماخذ کا التزام مسلمانوں کا دستور رہا ہے، جو اب علمائے یورپ کا معمول بھی ہے۔

آکسفورڈ میں ان کے ہاتھوں پہلا اسکول قائم ہوا۔ اسی اسکول میں راجر بیکن (1214ء تا 1293ء) نے عربی زبان اور علوم حکمیہ حاصل کیے۔ یہ وہی راجر بیکن ہے جس کے سر یورپ میں تجربی علم کا سہرا ہے۔ مسیحی یورپ نے مسلمانوں کے علوم راجر بیکن سے سیکھے تھے، جس نے خود آکسفورڈ کے علاوہ پیرس میں قیام کر کے مسلمانوں کے علوم سیکھے تھے۔ وہ برملا اعتراف کرتا تھا کہ اس کے معاصرین کے لیے علم صحیح کا واحد ذریعہ صرف عربی زبان اور اس کے علوم ہیں۔ اسے اقرار تھا کہ اس نے ارسطو کا فلسفہ ابن رشد کی تصانیف کے تراجم سے سمجھا ہے (16)۔

فن بنایا۔ الطبری کی تاریخ الرسل والملوک، البلاذری کی فتوح البلدان، ابن الاثرکی الکامل اور ابن سعید کی طبقات، اسی طرح البدایہ والنہایہ تاریخ اور سوانح کی عظیم کتابیں ہیں۔ جن کی مثال نہیں ملتی۔ سہ واردات کا بیان بھی عرب مؤرخین کی امتیازی خصوصیت ہے۔ عبدالرحمن ابن خلدون فلسفہ تاریخ اور علم الاجتماع (Sociology) کا موجد ہے۔ المسعودی نے فن تاریخ کا انسائیکلو پیڈیا تیار کیا۔

مسلمانوں نے ایسویا، ٹائرک ایسٹ، ہائیڈرو کلورک ایسٹ، پوناٹش، کلورائیڈ آف مرکری، گندھک کے تیزاب، الکحل اور صابن جیسی چیزوں سے دنیا کو روشناس کرایا، ان کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا، گیہوں کی خاصیتیں دریافت کیں اور زہریلی معدنیات کو نہایت مفید ادویات میں تبدیل کر دیا۔ غرض علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لیے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہن منت ہے۔

مسلمانوں نے علم تاریخ کو اتنی ترقی دی کہ تاریخ نویسی کے سائنسی انداز کی موجودہ مغربی تحریک بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکی۔ واقعات لکھتے وقت ہر فقرے کے لیے ماخذ کا التزام مسلمانوں کا دستور رہا ہے، جو اب علمائے یورپ کا معمول بھی ہے (18)۔

علم جغرافیہ (Geography)

مسلمانوں نے علم جغرافیہ کو بھی بے حد ترقی دی۔ انھوں نے دور دراز ممالک کے سفر کیے تمام دنیا کے عجائبات دریافت کیے، حدود زمین کی پیمائش کی اور مختلف اقوام و ملک کے حالات لکھے۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کا جغرافیہ ذاتی مشاہدات پر مبنی تھا۔ انھوں نے ایسے سفر نامے مرتب کیے

جن سے دنیا کے ان ممالک کے حالات معلوم ہوئے جہاں اہل یورپ کا گزر تک نہ ہوا تھا۔ المقدسی نے اس موضوع پر انسائیکلو پیڈیا تیار کیا۔ مشہور جہاز راں و اسکوڈی گاما جب افریقہ کے سمندروں میں بھٹک رہا تھا اور اسے ہندوستان کی سمت نہیں مل رہی تھی تو ایک عرب جہاز راں احمد ابن مجید نے اس کی رہنمائی کی اور اسے ہندوستان کے راستے پر ڈالا۔ ابو عبد اللہ ابن بطوطہ، ابن جبیر، ابو ریحان البیرونی کے سفر نامے معلومات کے خزانے ہیں۔ الادریسی کی نزیہ المشتاق یورپ کے جغرافیہ نویسوں کا واحد ماخذ رہا ہے۔ شاید دنیا کا پہلا نقشہ مسلمانوں ہی کا بنایا ہوا تھا۔

علم ہیئت و نجوم (Astronomy And Astrology)

اس فن کو باقاعدہ علم کے درجے پر پہنچانے والے مسلمان علماء ہی تھے۔ انھوں نے ان تمام ستاروں کی فہرست تیار کی جو اس حصہ آسمان پر نظر آتے تھے جو ان کے مقابل تھا اور بڑے بڑے ستاروں کے نام رکھے، جو آج تک تبدیل نہیں ہوئے۔ انھوں نے یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور فضاء میں بہ شکل قوس (Arc) گزرتی ہے۔ چاند اور سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہ کی اور بتایا کہ یہ اجرام فلکی قبل از طلوع اور بعد از غروب کیوں دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے شفق کی اصلیت اور ستاروں کے جھلملانے کی صحیح وجہ دریافت کی۔ یورپ میں جو پہلی رصد گاہ (Observatory) قائم ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی تھی۔ اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق مسلمانوں کی تحقیقات کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ زمانہ حال کے ماہرین ریاضیات نے ان کے رصدی نتائج (Observations) سے استفادہ کیا ہے (19)۔ یورپ کے قرون وسطیٰ میں احیائے علوم کی طرف جو پہلا قدم بڑھایا گیا وہ القرطانی کی کتاب ”مبادیات علم نجوم“ کا ترجمہ تھا (20)۔ ابن منصور کی اس موضوع پر لکھی گئی کتاب ”کتاب الاعمال“ آج بھی مسند مانی جاتی ہے۔

سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس فن میں مسلمان ہی یورپ کے استاد تھے۔

علم ہندسہ (Geometry)

رقوم ہندسیہ اہل ہند کا علم ہے۔ تاہم یورپ میں سب سے پہلے رقوم ہندسیہ پوروشا کرانے والے مسلمان ہی تھے۔ اپنے وقت میں مشینوں کی ایجاد میں مسلمان کسی سے پیچھے نہ تھے۔ اس کی شہادت ان عظیم جنگوں کی تنظیم سے ملتی ہے جن میں مسلمانوں کی بالادستی مسلم ہے اور اس بالادستی کی ایک وجہ مشینوں کا استعمال تھا۔ ڈاکٹر لیہان (Le Bon) کے مطابق مسلمانوں نے میکینکس کے آلات ایجاد کیے اور اس بارے میں یورپ ان کا شاگرد بنا (24)۔ میکینک سائنس پر حکیم جزری نے تیرہویں صدی عیسوی میں ایک زبردست تحقیقی کتاب لکھی۔ آبی گھڑی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

علم الکیمیا (Chemistry)

مسلمانوں نے مختلف قسم کے تیزابوں کی ایجاد اور علمی نقطہ نظر سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی۔ انھوں نے ایسویٹ، نائٹرک ایسڈ، ہائیڈروکلورک ایسڈ، پوٹاش، کلورائیڈ آف مرکری، گندھک کے تیزاب، الکحل اور صابن جیسی چیزوں سے دنیا کو روشناس کرایا، ان کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا، گیسوں کی خاصیتیں (Properties Of Gases) دریافت کیں اور زہریلی معدنیات کو نہایت مفید ادویات میں تبدیل کر دیا (25)۔ غرض علم ہیماہ اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لیے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رچین منت ہے۔ یورپ کا ”کیمبر“ (Gaber) (26) جابر بن حیان کو علم ہیماہ کا بآدم کہا جاتا ہے۔

علم طب (Medicine)

مسلمانوں کی طب سے یورپ ہمیشہ فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ یورپ میں علم طب کا سب سے پہلا مدرسہ سلرنو (جنوبی اٹلی) کا تھا جسے مسلمانوں نے قائم کیا تھا۔ اس کے علاوہ بارہویں

یورپ کے ”الہیزان“ (Alhazan) (21) ابن الہیثم کی کتاب ”النظر المفقود“ سے کپلر (Kepler) کو انعکاس کرہ ہوائی (Reflection In Air) کا علم ہوا۔ ابن الہیثم کی دوسری عظیم کتاب ”کتاب المناظر“ ہے، جس کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا تھا اور جس سے کپلر نے اپنی کتاب مناظر میں بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ اس میں آنکھوں کے نقطہ اجتماع الضوء (Convergence Of light to a Point)، ان میں متماثل (Images) کے ظاہری مقامات اور مسئلہ انعطاف شعاعی

مسلمانوں نے یورپ میں تین ایسی ایجادیں رائج کیں جن میں سے ہر ایک نے دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔ قطب نما جس کی برکت سے یورپ دنیا کے بعید ترین کناروں تک پہنچ گیا، بارود جس نے پرانے جنگجوؤں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور کاغذ جس سے کتابوں کی اشاعت میں آسانی پیدا ہوئی۔

(Refraction Of Light) کا بظاہر بڑا پن، وغیرہ مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ ابن الہیثم کی اس کتاب کو یورپ کی معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کیا جاتا ہے (22)۔

الجبر والمقابلہ (Algebra)

خود الجبر کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے موجد مسلمان ہی ہیں۔ مسلمانوں نے علوم ریاضیہ کو بہت ترقی دی۔ ابو جعفر محمد ابن موسیٰ الخوارزمی کی کتاب الجبر والمقابلہ کے انگریزی ترجمہ سے اہل یورپ نے بہت کچھ استفادہ کیا ہے (23)۔ علم ریاضی کی ایک اہم شاخ Algorithm اسی الخوارزمی کے نام پر ہے۔ نالینو (Nalino) نے الخوارزمی کی کتابوں کی مدد

اظہار کیا ہے وہ حرف بہ حرف وہی ہیں جو انیسویں صدی کے آخر میں ڈارون، اسپنر اور ہکسلے (Huxley) وغیرہ کی زبان سے ادا ہوئے (27)۔

علم ادب (Literature)

مسلمانوں کے علوم نے یورپی ادبیات کو کافی متاثر کیا۔

مسلمانوں نے صرف علوم و فنون سے یورپ کو نئی زندگی نہیں عطا کی، بلکہ اسلامی تہذیب کے بیشمار اثرات نے یورپ کی سماجی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اہل یورپ مسلمانوں کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان میں اپنے وحشیانہ اخلاق و اوضاع کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔۔۔ مذہبی اصلاح کے اسی جذبے نے مذہبی انقلاب کی صورت اختیار کر لی جس کا ظہور پروٹسٹنٹ مذہب کے نام سے ہوا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر تھا، جس نے قرطبہ اور طلیطلہ میں عربی فلسفے اور علوم اسلامیہ کی تعلیم پائی تھی۔ اس لیے یہ کہنا ہے جا نہ ہو گا کہ اسلام کے ہی مطالعے سے لوتھر کو کیتھولک چرچ میں اصلاح کا خیال پیدا ہوا۔

پروفیسر آسن پالاسس (Asin Palacels) نے دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں کے علم کائنات اور معراج ہامول اللہ ﷺ کی حکایات اور ابن العربی (شیخ محی الدین محمد بن علی 1165ء تا 1240ء) کی کتابوں کے عناصر دانتے (Dante) کی طریب خداوندی (Divina Commedia) کا ماخذ ہیں۔ اسی طرح ابن العربی کے فلسفیانہ خیالات اور مسلمان صوفیہ کے تصور عشق کا

صدی عیسوی کے بعد یورپ میں متعدد یونیورسٹیاں قائم ہوئیں، جو علوم جدیدہ کا مرکز بن گئیں۔ مثلاً بولونیا (Bologna) پادوہ (Padova) اور پیرس، جہاں تعلیم و تدریس کی بنیاد قدیم مصطفین کے عربی تراجم پر تھی۔ وی آنا (Vienna) (1520ء) اور فرینکفرٹ (1588ء) میں طب کا نصاب یوعلی سینا کی القانون اور الرازی کی الحادی اور المصوری پر مبنی تھا۔ ابن زہر اندلسی نے طب کے موضوع پر ایسی کتابیں لکھیں جو آج بھی مستند ہیں۔ ان کی کتاب ”ان شیر“ دواؤں کے خواص اور طریقہ علاج کے سلسلہ میں اپنے موضوع پر حرف آخر اور سند مانی جاتی ہے۔ ابن خطیب اندلسی نے طاعون کے اسباب کے متعدی (Contagious) ہونے اور اس کے پیشگی تحقیقات و پیش بندیوں کے اصول مقرر کیے۔ پجری کا نکالنا اور چچک کا علاج مسلمانوں کی اولیات ہیں۔

نظریہ ارتقاء (Theory Of Evolution)

نظریہ ارتقاء (Theory Of Evolution) کا موجد چارلس ڈارون (Charles Darwin) سمجھا جاتا ہے، جس نے حیاتیات میں نسل انسانی کو ایک ارتقاء یافتہ مخلوق قرار دیا ہے۔ اس نے ثابت کیا ہے کہ پہلے حیات کا آغاز جمادات کے ترقی یافتہ موٹو سے ہوا جس نے نباتات کی شکل اختیار کی، اس کے بعد ترقی کر کے اس میں حیوان کے خصائل پیدا ہوئے اور وہ حیوان اب ترقی یافتہ انسان ہے۔ اس ارتقائی حقیقت کو مسلمان صدیوں پہلے معلوم کر چکے تھے۔ ان حکمائے اسلام میں مصطفین اخوان الصفاء، ابن مسکویہ، نصیر الدین طوسی، نظام عروضی سرقدی اور مولانا روم قابل ذکر ہیں۔ مگر مسلم حکماء نے قرآنی عقیدہ کی تخلیق آدم کو نظر انداز نہیں کیا۔ اور حکمائے یورپ میں سے بعض تخلیق خاص (Special Creation) کے بھی قائل ہیں اور ڈارون کے سارے نتائج سے متفق نہیں ہیں۔ ہربرٹ اسپنر (Herbert Spencer) کا نظریہ Emergent Evolution بھی اس سلسلے میں قابل غور ہے۔ مسلمان حکماء نے جن خیالات کا

مساوات (کالے گورے کے فرق کو مٹانا) حریت، اخوت، عدل اور انسان دوستی کا سبق بھی دیا اور اندلس اور صقلیہ میں اس پر عمل بھی کر کے دکھادیا۔

اسلام نے یورپ کے علوم و فنون کے علاوہ اس کے تمدن تہذیب و معاشرت، صحت و صفائی، طہارت و پاکیزگی، پابندی وقت اور ضابطہ پسندی وغیرہ پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ موجودہ یورپ کی علمی، فکری اور مذہبی بیداری مسلمانوں کی ہی مرہون منت ہے اور اس کے کئی عسکری اور تنظیمی ادارے مسلمانوں کے اثر کے عکاس ہیں۔

روزِ نکھال نے بھی کچھ اسی انداز میں اپنی کتاب Knowledge Triumphant میں خراجِ خمیں ادا کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اسلام نے علم پر اتنا ہمہ جہت زور دیا ہے کہ اس کے زیر اثر قرونِ وسطیٰ کی اسلامی تہذیب و ثقافت نے بڑے بڑے علماء اور مفکرین پیدا کیے۔ یہ اسلامی تہذیب کا ایسا کارنامہ ہے کہ جس کی فیض رسانی سے عالمِ انسانیت تابدار مستفید ہوتا رہے گا اور علم کو جو مرکزی اہمیت اسلام نے دی ہے اس کی نظیر کسی اور تہذیب میں نہیں ملتی۔“

مغرب میں عملی تحریک آج شباب پر ہے اور یہ کہتا ہے عمل نہ ہوگا کہ قیمت اور معنی کے اعتبار سے مسلمانوں کے علوم آج کے ترقی یافتہ علوم کے ہم سنگ ہیں۔ بریٹانک کے بقول ”ہم جس چیز کو سائنس کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ ان امور کا نتیجہ ہے جس سے تحقیق کی نئی روح پیدا ہو گئی، تحقیق کے نئے طریقے معلوم کیے گئے، تجربے، مشاہدے اور پیمائش کے اسلوب اختیار کیے گئے۔ ریاضیات کو ترقی دی گئی اور یہ سب ایک

نکس و نخت کی قسموں میں پایا جاتا ہے (28)۔ الف لیلہ کی داستان نے مغرب پر خاص اثر ڈالا جس سے بوکیشیو جیوونی (Boccaccio Giovanni) کی ڈیکامیرن (Decameron) اور اٹلی اور فرانس میں قصہ نویسی کی مختلف صورتوں کو فروغ نصیب ہوا۔

مسلمانوں نے یورپ میں تین ایسی ایجادیں کیں جن میں سے ہر ایک نے دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا (1) قلب نما، جس کی برکت سے یورپ دنیا کے بعید ترین کناروں تک پہنچ گیا۔ (2) ہارود، جس نے پرانے جنگجوؤں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا اور (3) کاغذ، جس سے کتابوں کی اشاعت میں آسانی پیدا ہوئی۔

دیگر اثرات

مسلمانوں نے صرف علوم و فنون سے یورپ کو نئی زندگی نہیں عطا کی، بلکہ اسلامی تہذیب کے بیشمار اثرات نے یورپ کی سماجی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اہل یورپ مسلمانوں کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان میں اپنے وحشیانہ اخلاق و اوضاع کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

مذہبی اصلاح کے اسی جذبے نے مذہبی انقلاب کی صورت اختیار کر لی جس کا ظہور پروٹسٹنٹ مذہب کے نام سے ہوا۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر تھا، جس نے قرطبہ اور طلیطلہ میں عربی فلسفے اور علوم اسلامیہ کی تعلیم پائی تھی۔ اس لیے یہ کہتا ہے جانے ہوگا کہ اسلام کے ہی مطالعے سے لوتھر کو کیتھولک چرچ میں اصلاح کا خیال پیدا ہوا۔

فلاح عامہ کے لیے عمارات مسلمانوں کے ہر دور میں ملتی ہیں۔ مدارس، شفاخانے، سرائیں، ہسپتال، ہر دور میں بنے رہے۔ فنِ تعمیر میں بعض اسالیب، باغ آرائی کے طریقے، آرائش کتاب کی حسین صورتیں، تہذیب، خطاطی اور مصوری مسلمانوں کے لیے وجہ امتیاز تھیں۔ مغرب ان کے اثرات سے بے نیاز نہیں رہ سکتا تھا۔

مسلمانوں نے مذہبی اصلاح کے علاوہ یورپ کو معاشرتی

کے علمی مسلمات کو رد نہیں کر دیا؟

گزشتہ ڈیڑھ سو برسوں میں یورپ کے علمی غلبے کے باعث اسلام کے علمی نظریات کے بارے میں شبہات بار بار سامنے آئے اور ان پر اضافہ یہ بھی ہوا کہ مستشرقین (Orientalists) کے ایک گروہ نے تاریخ نگاری کے پردے میں مسلمانوں کی تہذیبی و علمی تاریخ پر اندر سے حملے کیے اور ثابت کیا کہ علم میں مسلمانوں کا حصہ کم سے کم تھا اور جو یونانیوں، عجیبوں، عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں سے حاصل کردہ تھا۔

افسوس کہ باہر کے جانپوشوں میں (سوائے اورنگ زیب عالمگیر کے) کوئی بھی مامون الرشید نہ تھا سب کے سب محمد امین جیسے تھے جو شکار کھیلتا تو اس کے لیے مچھلیوں کے ننھنوں میں موتی پروئے جاتے تھے، جسے گویئے گھیرے رہتے تھے اور جو عورتوں سے مشورہ کرتا نظر آتا تھا۔ مغلوں کے یہاں علم کو وہ اکرام نصیب نہ ہو سکا جو تلوار کو حاصل تھا۔

یہاں ان مخلصانہ کوششوں کے تذکرے اور ان کی تردید کی گنجائش نہیں۔ یہاں تو صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ مسلمان علماء نے اس نئے اور عجیب و غریب تجربے سے نباہ کس طرح کیا۔ بظاہر اس کی تین صورتیں نظر آتی ہیں، (الف) مغرب کے سامنے کامل مغلوبیت (ب) معذوری مقامی کوششیں (ج) شہابی پیش قدمی۔ یورپ کی علمی یلغار نے سب سے پہلے ترکی، ایران اور مصر کو فتح کیا تو ان ممالک میں ایسے علماء پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کو برحق مذہب مانتے ہوئے بھی یورپ کی سائنسی اور معنویاتی یورش کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ ترکی میں ضیاء گوک الپ اور اس کے ساتھیوں نے علم و معاشرت کے قدیم انداز کو یکسر نظر انداز کرنے کی سفارش کی۔ مصر میں مفتی محمد

شکل میں نمایاں ہوا جس سے یونانی بے خبر تھے۔ یورپ میں اس روح اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے (29)۔ روز نقال نے بھی کچھ اسی انداز میں اپنی کتاب Knowledge Triumphant میں خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اسلام نے علم پر اتنا جھجھکتا ہوا ہے کہ اس کے زیر اثر قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب و ثقافت نے بڑے بڑے علماء اور مفکرین پیدا کیے۔ یہ اسلامی تہذیب کا ایسا کارنامہ ہے جس کی فیض رسانی سے عالم انسانیت تابدار مستفید ہو رہا ہے گا اور علم کو جو مرکزی اہمیت اسلام نے دی ہے اس کی نظیر کسی اور تہذیب میں نہیں ملتی۔“ (30)۔

دور جدید میں مسلمانوں کا نظریہ علم

مغرب کے سیاسی غلبے کے ساتھ ساتھ مغربی افکار بھی پہلے اور غالب آتے گئے، جن کے زیر اثر تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمانوں میں اسلام کی سالمیت، قطعیت اور کلیت کے بارے میں تشکیک پیدا ہوئی، بلکہ قرآن مجید کے بارے میں تاویل فہم اور تحریف مطالب کا بھی آغاز ہوا۔

مغربی افکار کی اشاعت کے بعد (جن کا اثر سب سے پہلے ترکی، مصر اور پھر برصغیر ہند پاک پر ہوا) چند اہم سوال سامنے آئے مثلاً:

- (الف) کیا علم کا نظریہ قوانین فطرت (Natural Law) کے مطابق ہے؟
- (ب) کیا اسلام کا علمی تصور اور تجربہ جدید سائنس اور جدید معقولات کے سامنے ٹھہر سکتا ہے؟
- (ج) کیا اسلام کا علمی نظریہ سائنسی تجربوں سے حاصل شدہ افکار کی رو سے صحیح ثابت کیا جاسکتا ہے؟
- (د) علم الحیاء (Biology)، عمرانیات (Sociology)، نفسیات (Psychology)، اقتصادیات (Economics) اور جدید طبیعیات (Modern Physics) خصوصاً خلائی (Spatial) اور ایٹمی شعبہ ہائے علم (Nuclear Science) نے اسلام

عبدہ اور ان کے شاگردوں نے بظاہر منافعتی مقاصد اختیار کی۔ لیکن عملاً معذرتی انداز اختیار کیا۔ قاسم امین اور طہ حسین (اور بعد میں حسین ہیکل) خالص مغربی تصور پر مرمے۔ جہاں تک سید جمال الدین افغانی کا تعلق ہے، ان کی تحریک عملی سے زیادہ سیاسی تھی اور مثبت تھی تاہم انھوں نے اس سیاسی کشمکش میں مغرب کی علمی بارائستی کو تسلیم کر کے دینی فکر میں قدرے مفاہمت کا رنگ اختیار کیا۔ ان کے بعض شاگردوں کے لہجے میں پہلے معذرت کا اور بعد میں خالص تشکیلی بلکہ مخالفانہ انداز پلایا جاتا ہے۔ انھوں نے طبی علوم (Natural Science) کے نظریوں اور جدید منطق کو قبول کر کے تاویل کی ایسی صورتیں نکالیں جن سے قرآن مجید کی تکذیب کو نالا جا سکتا تھا، مگر اس کی تصدیق کی ایمان پرور تحریک کو ضعف پہنچا (31)۔

مصر میں جوں جوں سائنسی تعلیم کو فروغ ہوتا گیا اور جدید معقولات بھی اشاعت پذیر ہوئیں تو اس سے تشکیک کی لہر اور تیز ہو گئی، مگر اس اثناء میں یہ فائدہ ہوا کہ مغربی سائنسی معقولات کی تنقید و تجزیہ کا سلسلہ مغربی علماء نے خود شروع کر دیا اور تسلیم شدہ نظریات کی تردید و ترمیم کی غرض سے کتابیں لکھی جانے لگیں۔ اس سے ان تجدید پسند مصنفین کا موقف خود ہی بے آبرو ہونے لگا۔ مزید برآں اصرار مغرب میں اسلام کا مطابقت قدرے وسیع تعلیمی سے ہونے لگا اور اسلام کے رویوں کے حق میں گفتگو کرنے والے بہت سے مغربی علماء پیدا ہو گئے۔ ان میں یہاں (Le Bon)، ڈرپر

(Draper)، براؤن (Brown)، نکلسن (Nicholson) اور بریفاٹ (Briffaut) وغیرہ کے نام ممتاز ہیں (32)۔

اس تجزیہ نو کے تحت مصر کے جدید حلقوں میں اسلام اور اس کے علمی تصورات کے حق میں اثباتی آوازیں اٹھنے لگیں۔ اس سلسلے میں جن نامور اہل علم نے غیر معمولی کام کیا ان میں محمد احمد شاہ، شہید حسن لبناء، اساعالی، المراغی، جمال الدین قاسمی، احمد الزمر قاء، مہدی صالح اور ابو زہرہ وغیرہ ممتاز ہیں۔ جدید ترین دور میں اخوان المسلمین کی تحریک نہ صرف اثباتی

تھی بلکہ ان کا اسلام کے حق میں ایک جارحانہ انداز تھا۔ دلیل کے بغیر اسلام کی حقانیت پر یقین اس کا خاص نعرہ تھا۔ تاہم اس مسلک نے عقلی اور سائنسی تجزیہ کا دامن ترک نہیں کیا۔ مثال کے طور پر سید قطب شہید اور ان کے بھائی محمد قطب اور حسن البناء وغیرہ نے عقل کو تسلیم کیا ہے، مگر فلسفے کو مشکوک ٹھہرایا، کیونکہ فلسفے کے تصورات ہر روز تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ سائنسی تجربہ برحق ہوتا ہے اور حکمت خداوندی کا مظہر ہے، مگر سائنسی تجربہ ایک غیر جانبدار طریق کار ہے۔ اس کا مذہب سے تصادم نہیں ہوتا، البتہ سائنسی فلسفہ اس یقین سے عاری ہے جو سائنسی تجربے کی خصوصیت ہے۔

برصغیر ہندوپاک پر مسلمانوں کی حکومت صدیوں پر محیط ہے۔ مغلوں کے دور حکومت میں فن کی ترقی خوب سے خوب تر ہوئی لیکن اشاعت علم پر انھوں نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ انھوں نے کبار کے جانشینوں میں (سوائے اورنگ زیب عالمگیر کے) کوئی بھی مامون الرشید نہ تھا۔ سب کے سب محمد امین جیسے تھے جو شکار کھیلتا تو اس کے لیے مچھلیوں کے نعتوں میں موتی پروئے جاتے تھے۔ جسے گویے ٹھیرے رہتے تھے اور جو عورتوں سے مشورہ کرنا نظر آتا تھا۔ مغلوں کے یہاں علم کو وہ اکرام نصیب نہ ہو سکا جو کلاور کو حاصل تھا۔ (33)

دور جدید میں برصغیر ہندوپاک میں پہلا مرحلہ مغلوبیت اور معذرت کا تھا۔ سر سید احمد خاں واضح طور پر مغربی تصورات نیچر کے قائل تھے اور اس میں خاصے انتہا پسند تھے۔ ان کے رفقاء میں بیشتر کارویہ منافعتی تھا (34)۔ اس دور کے عالموں میں مولوی چراغ علی اور سید امیر علی کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے، جن کا علمی رویہ قدرے ایجابی تھا، چنانچہ سید امیر علی کی کتاب Spirit Of Islam ایجابی زیادہ اور معذرتی کم ہے، البتہ شبلی نعمانی جنھیں علم کی جدید اثباتی تحریک کا عمبر وار کہا جاتا ہے، انھوں نے یورپ کی ترقیات کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کے نظریات کی تنقید کی۔ شبلی نے تصابات تعلیمی کے

اس صدی میں مغرب کے علمی نظریہ کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز، موثر اور تعمیری تجزیہ علامہ اقبال نے کیا ہے۔ مشرقی اور مغربی علوم (خصوصاً حکمت) پر ان کی نظر ناقدانہ تھی۔ جس نے انھیں تجزیے کا پورا پورا حق بھی دیا اور اس کا استعمال بھی انھوں نے نہایت مثبت بلکہ حارحانہ انداز میں کیا۔ ہم ان کے افکار کو احیائی افکار کہہ سکتے ہیں۔

اقبال مسلمانوں میں ایک انقلابی علمی تحریک پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے اپنے انگریزی خطبات (اور مکاتیب) میں بار بار یہ لکھا ہے کہ جس طرح بنو عباس کے زمانے میں یونانی علوم کے مقابلے میں اشاعرہ نے ایک جوابی مثبت تحریک پیدا کی تھی اور جس طرح اہم غزالی نے "تہافت النظار" کے ذریعہ ارسطو کی منطق (اور دانش برہانی) پر کاری ضرب لگائی تھی، اسی طرح مسلمانان عالم کو مغرب کے علوم جدیدہ کا گہرا ناقدانہ مطالعہ کر کے اسلام کے اصل تصور علم کو روشن اور اس کی اصل روح کو دوبارہ احیا کرنا چاہئے (اس سلسلے میں انھوں نے ایک نصاب مرتب کیا تھا، جو سر آفتاب احمد، علی گڑھ کی فرمائش پر تیار ہوا تھا)۔

برصغیر ہندوپاک میں 1930ء کے بعد جو سیاسی تحریکیں اٹھیں اور 1947ء میں ملک کی جس طرح تقسیم ہوئی اس کی شورشوں اور ہنگاموں کی وجہ سے اقبال کی علمی تحریک کچھ زیادہ آگے نہیں بڑھی اور ابھی تک کسی تعلیمی فلسفے کی تعین بھی نہیں ہوئی۔ اس زمانے کے دیگر تعلیمی افکار کی معین صورت ملکی صورت حال اور تنظیم کی علمی پائیداری پر منحصر ہے۔

حواشی:

- 1- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 1977ء، مقالہ "علم"
- 2- راغب مفردات
- 3- عضد الدین عبدالرحمن الاسحق: المواقف فی علم الکلام
- 4- الامدی الشاکر: الافکار
- 5- کتاب السعادة
- 6- ابو طالب المکی: قوت القلوب

- 7- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"
- 8- سورہ آل عمران (18:3)
- 9- سورۃ الانعام (59:6)
- 10- ابو داؤد: کتاب العلم
- 11- بخاری: کتاب العلم
- 12- ابو داؤد: کتاب العلم
- 13- ابن ماجہ: سنن
- 14- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"

- 15- Briffault: The Making Of Humanity, London, 1919.
- 16- Briffault The Making Of Humanity, London, 1919 P P 201, 202 203 George Sarton: Introduction To The History Of Science Baltimore, 1931, 2 860-961
- 17- T W Arnold And Alfred Guillaume: The Legacy Of Islam, London, 1931, pp 227

- 18- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"
- 19- Draper: Conflict Between Religion And Science, London, 1885 pp 158 159
- 20- Smith Williams: History Of The World Historians, London, 1907, pp 227

- 21- ماہنامہ بدنی، نئی دہلی، پندرہویں صدی ہجری نمبر
- 22- لیہان تمدن عرب، اردو ترجمہ از سید علی بکرائی، آگرہ ص 434
- 23- تمدن عرب، ص 417
- 24- تمدن عرب
- 25- تمدن عرب، ص 436
- 26- ماہنامہ بدنی، نئی دہلی، پندرہویں صدی ہجری نمبر
- 27- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"
- 28- انیس کی اسلامی میرٹ، جن الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان
- 29- Briffault The Making Of Humanity, London, 1919
- 30- Lyden, Knowledge Triumphant, 1970, pp 340
- 31- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"
- 32- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"
- 33- ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی 1999ء
- 34- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "علم"

ناچپور میں ماہنامہ "سائنس" حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

545 شیکوئی، دور، صدر

فاکپور 1

فونہ 556100

منیبہ ایجنسی

سائنسی مزاج اور مسلمان

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز، نئی دہلی

یہ مقالہ 14 اکتوبر 1999ء کو جدہ میں ”سائنسی مزاج اور مسلمان“ کے موضوع پر منعقدہ سیمینار میں پیش کیا گیا تھا۔ (مدیر)

برسوں سے دی جا رہی ہے۔ اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ ہم کس تعلیم کا ذکر کر رہے ہیں؟ اگر یہ وہ اسکولی یا ”سیکولر“ تعلیم ہے جو آج کل تعلیمی اداروں میں دی جاتی ہے اور اگر اسے ہم ناقص تسلیم کریں تو پھر اس تعلیم سے بہرہ آور ہونے والے ہمارے دیگر ہم وطن کس طرح سائنسی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ اگر اس تعلیم سے ہماری مراد وہ دینی یا اسلامی تعلیم ہے جو ہمارے مدارس میں دی جاتی ہے اور اگر اسے ہم ناقص مانیں تو پھر سوال یہ ٹھٹھا ہے کہ اگر اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو سائنسی شعور اور رجحان عطا نہیں کرتیں تو پھر ساتویں صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک مسلمان سائنسدانوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور موجودہ سائنس کی بنیادیں استوار کیں وہ کیونکر ممکن ہوا؟ میں سمجھتا ہوں کہ انہی پیچیدہ سوالات کا حل تلاش کرنے آج ہم لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس مسئلے کا مکمل احاطہ کرنے، اس کے وجود میں آنے کے اسباب کو سمجھنے، اس کی وجہ سے پیدا شدہ خرابیوں کا تفصیلی جائزہ لینے اور اس کا مؤثر اور قابل عمل حل تلاش کرنے کے لیے لازمی ہے کہ ہم ماضی کو کریدیں اور ان وجوہات کو سمجھیں کہ جن کی وجہ سے موجودہ صورت حال پیدا ہوئی۔

انسانی تاریخ میں ایسے بھی دور گزرے ہیں جب تعلیم کا

انسانی مزاج تین عناصر کا مرکب ہے۔ اول وہ نسلی خواص جو کسی شخص میں اس کے والدین کی جانب سے منتقل ہوتے ہیں۔ دوم اس کی تربیت اور ماحول اور سوم اس کی تعلیم۔ ان تینوں عناصر میں سے نسلی خواص کاروں اس معنی میں کم تر ہو جاتا ہے کہ ان کا تعلق ایک صحت مند ذہن بنانے تک محدود ہوتا ہے۔ محققین یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایک صحت مند انسان ایک اوسط ذہانت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ذہن تمام بنیادی کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی کارکردگی اور نشوونما کا انحصار اس ماحول، تربیت اور تعلیم پر ہوتا ہے جو اسے نصیب ہوتی ہے۔

مزاج کے دیگر مظاہر کی طرح اس کا ”سائنسی پن“ بھی اس کو ملنے والی تعلیم و تربیت کا عکاس ہوتا ہے۔ آج رنگ و نسل ملک و زبان اور مسلک و عقائد کے خانوں میں پرانہ مسلمانوں کے درمیان ایک قدر مشترک ہے اور وہ ہے سائنسی مزاج، سائنسی شعور اور سائنسی علوم کا فقدان اور ان کی جانب بے التفاتی۔ تمام عالم کے مسلمانوں میں عام طور سے اور برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں میں خاص طور سے سائنسی رجحان کی کمی ایک سنگین مسئلہ ہے جو ہماری توجہ، تحقیق اور کاوش کا اولین مستحق ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ہمارا یہ مزاج، اس کی اچھائیاں اور برائیاں، اس تعلیم و تربیت کا ثمرہ ہیں جو ہمیں

اس قسم کے مضامین نصاب میں شامل تھے، جیسا کہ اوپر امام غزالی کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے، مگر خالص دینی تعلیم کا انتظام بہت عرصے تک قائم نہیں رہا۔ تعلیم میں رفتہ رفتہ دین کے ساتھ ساتھ دنیوی مضامین کا اضافہ ہوتا گیا۔

ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کے دور میں تعلیم پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں تھا، دراصل اسلامی ممالک میں بھی اس زمانے تک تعلیم حکومت کے اثرات سے عموماً آزاد تھی کیونکہ وہاں تعلیم کی ابتداء اور مدارس کا انتظام کئی طور پر آزادانہ شوق کا نتیجہ تھا۔ شروع شروع میں ہر ایک بستی کی مسجد مدرسے کا بھی کام دیتی تھی۔ یا پھر مسجد سے ملحق ابتدائی تعلیم کے لیے ایک کتبہ ہوتا تھا۔ چھ برس کی عمر سے لڑکوں کی تعلیم شروع ہو جاتی تھی۔ استاد کسی صاحب جائیداد، شخص یا جماعت کی طرف سے مقرر ہوتا تھا جو ان کے بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔ ان کتبوں میں تعلیم کی سہولت ہزار بچوں کو بھی دستیاب تھی۔ (3: 11-13)

ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی تعلیم چھ اسی نچ پر شروع ہوتی تھی۔ پنچانوں اور مغلوں کے دور حکومت میں مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام بھی نجی و ششوں کا بین منت تھا۔ تاہم کبھی کبھی تعلیمی اداروں کو حکمرانوں اور علم دوست حضرات سے بڑے بڑے عطیے ملتے تھے۔ تعلیم میں سرکاری دلچسپی کا سہرا اکبر کے سر ہے۔ اس کے عہد میں پہلی بار حکومت نے تعلیمی میدان میں اقدامات کیے۔ ایک محکمہ تعلیمات قائم کیا گیا، جس کے تحت رعایا کی تعلیم کا انتظام بلا لحاظ مذہب و ملت ہوتا تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعلیم ایک ہی ادارے میں ہوتی تھی، گو کہ ان کے نصاب تعلیم جدا جدا تھے۔ لیکن چند مضامین مثلاً ریاضی، سائنس وغیرہ مشترک تھے۔ (224: 4) پنچانوں اور مغلوں کے عہد حکومت میں سائنس اور تکنیکی تعلیم کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ خاص طور پر طب کی تعلیم کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں نے فائدہ اٹھایا۔ مسلمان حکمرانوں کے آخری دور میں تعلیم سے متعلق ایک نیا رجحان اور رویہ نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں میں حیدر آباد

مطلب محض مذہبی تعلیم ہوتا تھا۔ اس وقت کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مذہبی تعلیم کے ذریعے ان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو حیات انسانی کا مقصود ہے۔ انسان میں وہ صفات پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کی روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے لازم ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنا ہوگی کہ علم و آگہی کے دو ہی ذرائع ہیں۔ یا تو وحی الہی یعنی Revealed Knowledge یا محیض فطرت یعنی قدرت کے شاہکاروں، اس کے نظاروں اور مظاہر کی تحقیق۔ اول الذکر ذریعہ پیغمبروں کو نصیب تھا جبکہ دوسرا محققین کے حصے میں آیا ہے۔ انسانی تاریخ کی شروعات کے ادوار میں علم و واقفیت کا واحد ذریعہ وحی الہی تھا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ، قوانین و ضوابط رسولوں کی معرفت عام انسان تک پہنچتے تھے۔ یہی تعلیم و تربیت کا واحد طریقہ تھا۔ اس دور کے انسان کی محدود ضروریات اور محدود وسائل کو اگر ہم ذہن میں رکھیں تو صورت حال سمجھ میں آ جاتی ہے۔ تاہم جیسے جیسے دنیا میں انسانوں کی آبادی بڑھی، سماجی ڈھانچہ مضبوط ہوا، ضروریات زندگی میں اضافہ ہوا، علم حاصل کرنے کے دیگر اذکار اور طریقے بھی اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیے۔ مفکرین کی کاوشوں سے نئے نئے علوم وجود میں آئے اور ان کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا۔ امام غزالی (1058-1111) کا قول ہے کہ ”عقل فعالی کی نشوونما کے لیے عقیدہ کی پاکیزگی اور ایمان کی پختگی پہلی شرط ہے لہذا ابتدائی تعلیم مذہبی عقائد اور مذہبی احکامات کے مطابق ہونی چاہئے۔“ تاہم وہ تعلیم کو محدود کرنے کے مخالف تھے۔ اسی لیے انھوں نے جو نصاب تعلیم ترتیب دیا تھا، اس میں اس وقت کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے بنائی، کھیتی باڑی اور لکڑی کے کام جیسے ہنر شامل تھے۔ (1: 114)

جب مسلمان ہندوستان میں آئے اور یہاں آباد ہونے لگے، تو شروع شروع میں انھوں نے مذہبی اہلکار کے لیے مدرسے کھولے، جہاں بنیادی دینی کتابوں کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھایا جاتا تھا۔ چنانچہ تیرھویں صدی عیسوی تک تعلیم میں منطق، فلسفہ، ریاضی وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا (2: 144) حالانکہ اسلامی ممالک میں

کیا ہے کہ طب کو علم کا درجہ دینے اور وقار بخشے کا کام بھی مسلمانوں کے ہاتھوں ہی انجام پایا۔ وہ لکھتا ہے کہ "Medicine was more of a magic than medicine" (15) before Islam (ترجمہ: اسلام سے قبل، طب جادو زیادہ تھی، طب کم)۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ ان مغربی مصنفین کی نظر میں اسلام کی شروعات آغوشِ نبوت کے زمانے سے ہوئی ہے، لہذا اس سے قبل کے دور کو یہ اسلام سے قبل کا دور کہتے ہیں۔ مسلمان علماء کا ایک بہت بڑا اور تاریخ ساز کارنامہ تجربات کی ابتداء تھی۔ مسلمانوں کے اس سنہری دور سے قبل دنیا باقاعدہ و باضابطہ تجربات اور ان کی افدیت سے ناواقف تھی۔ مسلمانوں نے ہی دنیا کو تجربات کی اہمیت سے روشناس کیا۔ بقول رابرٹ براڈلٹ "یونانیوں نے تدوین کا کام کیا، عام اصول بنائے اور انھیں علمی زبان میں بیان کیا، لیکن تجربے کی کوئی پرستش اخذ کرنا یونانی فطرت کے خلاف تھا۔ جسے ہم سائنس کہتے ہیں اس کی بنیاد مشاہدات اور تجربات پر ہے اور ان نئے طریقوں سے یورپ والوں کو عربوں نے متعارف کر لیا۔ اسلامی تہذیب کا سب سے قیمتی عطیہ موجودہ دور کی سائنس ہے۔" جارج سارٹن بھی اس بات کی توثیق ان الفاظ میں کرتا ہے "قرون وسطیٰ کا اصلی لیکن سب سے کم معروف کارنامہ تجرباتی طریقے کی تخلیق ہے اور یہ دراصل مسلمانوں کا شاہکار منجی تھا جو بارہویں صدی عیسوی تک جاری رہیں۔" (14)

احیائے اسلام کے فوراً بعد ہی مسلمانوں میں علم و آگہی، تحقیق و جستجو کا جو دھولہ نظر آتا ہے وہ ایک نہایت ہم اور قابلِ غور نکتہ ہے۔ جہاں ثارن رسول اور فدین قرآن کی یہ روش اس بات کی روشنی اور واضح دلیل ہے کہ علم و آگہی کی یہ پیاس مسلمانوں میں کلامِ پاک اور اللہ کے رسولؐ نے پیدا کی تھی۔ قرآن کریم کی ہدایت پر عمل کر کے مسلمان بہت جلد نہ صرف علوم پر دسترس حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ ان میں پیش بہ ضائف بھی کرنے لگے۔ نتیجتاً انھوں نے دنیا

(دکن) کے بعض مسلم حکمرانوں کی تعلیمی کارگزاریوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ایک مشرقی علوم کا گنج جسے دارالعلوم کہتے تھے۔ شہر حیدرآباد میں 54 - 1853ء میں قائم کیا گیا۔ اسے تعلیم عامہ کی سمت میں پہلا قدم کہا جاسکتا ہے۔ اس میں عربی، فارسی، مرہٹھی، تیلگو اور انگریزی زبان کی تعلیم اور ان زبانوں کے ذریعے کلاسیک ادب تک رسائی کا انتظام تھا۔ یہاں نہ صرف تعلیم مفت دی جاتی تھی بلکہ طلباء کی بہت افزائی کے لیے انھیں وظائف اور انعامات سے بھی نوازا جاتا تھا۔ چند سال بعد 60 - 1859ء میں ہر ایک تعلقہ میں ایک ایک فارسی کلاور ایک ایک مقامی زبان کا اسکول کھولا گیا۔ ان اسکولوں کے نصاب تعلیم میں زبانوں کے علاوہ ریاضی، تاریخ اور جغرافیہ جیسے مضامین شامل تھے۔ ان اداروں کے روزانے بلا امتیاز نسل و مذہب سبھی کے لیے کھلے ہوئے تھے۔ 1878ء میں انگلستان کی وضع کا ایک پبلک اسکول بھی قائم کیا گیا، جہاں مسلمان اور ہندو شرفاء کے بچے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ (14 : 5)

اپنی سرزمین کی بات کرنے کے بعد آئیے اب تاریخ کے کچھ اور اوراق پلٹتے ہیں اور اس عہد میں چلتے ہیں جسے اسلامی سائنس کے عروج کا دور کہا جاتا ہے (مشہور مورخ سائنس جارج سارٹن (George Sarton) نے "تاریخ سائنس" (14) میں اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی سے لے کر بارہویں صدی عیسوی تک کے دور کو اگر پچاس پچاس سال کے ادوار میں منقسم کر کے ان میں سے ہر ایک دور کو اس وقت کے کسی ایک عظیم عالم سے منسوب کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ سارے ادوار مسلمان سائنسدانوں کے ناموں سے منسوب ہیں۔ ایک اور جگہ جارج سارٹن لکھتا ہے "انسانیت کے بنیادی کام و مسلمانوں نے پورا کیا۔ اپنے وقت کا عظیم ترین فلاسفر مسلمان تھا، عظیم ترین ریاضی دان مسلمان تھا، عظیم ترین تاریخ دان بھی مسلمان ہی تھا۔" یہی نہیں رابرٹ براڈلٹ (Robert Briffault) نے بھی بیان کیا ہے کہ اسلام سے قبل سائنس کا وجود نہ تھا۔ اس نے یہ بھی ثابت

کے بیشتر علاقوں میں اپنی طاقت و عظمت کا سکہ اس طرح جمادیا کہ یورپ کی اقوام باوجود ہزاروں کوششوں کے، صدیوں تک مسلمانوں کو زیر نہ کر سکیں۔

عہد وسطی کے یورپ اور اسلامی دنیا کا مولانا کرتے ہوئے مولانا آزاد ”غبارِ خاطر“ میں لکھتے ہیں:

”یورپ مذہب کے مجنونانہ جوش کا علمبردار تھا۔

مسلمان علم و دانش کے علمبردار تھے۔ یورپ

دعاؤں کے ہتھیاروں سے لڑنا چاہتے تھے،

مسلمان لوہے اور آگ کے ہتھیاروں سے لڑتے

تھے۔ یورپ کا اعتماد صرف خدا کی مدد پر تھا،

مسلمانوں کا خدا کی مدد پر بھی تھا لیکن خدا کے پیدا

کیے ہوئے سرداران پر بھی تھا۔ ایک صرف

روحانی قوتوں کا معتقد تھا، دوسرا روحانی اور مادی

دونوں کا۔ پہلے نے معجزوں کے ظہور کا انتظار کیا،

دوسرے نے نتائج کے ظہور کا۔ معجزے ظاہر

نہیں ہوئے لیکن نتائجِ عمل نے ظاہر ہو کر فتح

فلکت کا فیصلہ کر دیا۔“

اس تحریر میں مولانا آزاد نے بارہویں صدی عیسوی کی ان صلیبی جنگوں کا ذکر کیا ہے جب مسلمانوں نے پیٹری (Petry) نام کے نئے ہتھیار بنائے تھے جو دشمنوں پر آگ برساتے تھے۔ پانچویں صلیبی جنگ میں ان ہتھیاروں کی مدد سے جارج لوئس کی فرانسیسی فوج کے ٹھکانوں کو جلا کر خاکستر کر دیا گیا تھا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ ان ہوائی حملوں سے فرانسیسی فوجی اتنے ہراساں ہو گئے تھے کہ ان کے کمانڈر لارڈ والٹر (Lord Walter) نے مایوسی اور بے بسی کی حالت میں فوجیوں کو مشورہ دیا کہ ”جو نہی مسلمان آگ کے بان چلائیں ہمیں چاہئے کہ گھٹنے کے بل جھک جائیں اور اپنے نجات دہندہ خداوند سے دعا مانگیں کہ اس مصیبت میں ہماری مدد کرے“ لیکن بقول مولانا آزاد ”فرانسیسیوں کا خوش اعتقادہ یقین، وعالم سے زیادہ نہ تھا۔ کیونکہ بالآخر کوئی دے بھی سود مند نہ ہونی

اور انھیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا“ (16)

سائنسی علوم اور ان کی مدد سے ہونے والی نئی ایجادات نے مسلم ممالک کو اتنی طاقت۔ مآ۔ دی تھی کہ صدیوں تک وہ اسلام مخالف طاقتوں پر خدا کی قہر بن کر نوتے رہے۔ تاہم انہی صدیوں کے دوران واقع ہونے والی کچھ بیرونی اور اندرونی خرابیوں نے، جن کا ذکر میں آگے کروں گا، ان کو علم سے اتنا ہزار کر دیا کہ ان کا حال وہی ہو گیا جو ساتویں صدی عیسوی سے چودھویں صدی عیسوی تک یورپی اقوام کا تھا۔ اب مسلمان دعاؤں پر زیادہ انحصار کرنے لگا اور علم و عمل کو بے معنی قرار دینے لگا۔ مسلمانوں کی اس ذہنی اور فکری تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا آزاد نے بخارا پر روسیوں کے حملے کی روداد یوں بیان کی ہے:

”انیسویں صدی کے اوائل میں جب روسیوں نے

بخارا کا محاصرہ کیا تو امیر بخارا نے حکم دیا کہ تمام

مدرسوں اور مسجدوں میں ختم خواجگان پڑھا جائے۔

ادھر روسیوں کی قلعہ شکن توپیں شہر کا حصہ

منہدم کر رہی تھیں ادھر لوگ ختم خواجگان کے

حلقوں میں بیٹھے ”یا مقبل العلوب، یا قول الاحول“

کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ آخر وہی ہوا جو کہ ایک

ایسے مقابلے کا نتیجہ نکلتا تھا۔ جس میں ایک طرف

گولہ بارود ہو، دوسری طرف ختم خواجگان۔

دعائیں ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں، مگر انہی کو جو عزم و

ہمت رکھتے ہیں۔ بے ہمتوں کے لیے وہ ترکہ عمل

اور تعطل قوی کا حیلہ بن جاتی ہیں۔“ (16)

ساتویں صدی عیسوی سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک کے دور کو اگر اسلامی تمدن کا قرن اول کہا جائے اور چودھویں صدی عیسوی سے تاحال تک کے دور کو قرن دوم کا نام دیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان دونوں ادوار میں سائنسی اعتبار سے مسلمانوں کی حالت ایک دم مختلف نظر آتی ہے۔ قرن اول میں اسلامی دنیا علم کے خور سے منور تھی جبکہ اس

وقت یورپ، جہل و رسم و بدمانی کی تاریکیوں میں غرق تھا۔ اس کے برخلاف قرن دوم میں بساط الٹ چکی تھی۔ اس دور میں مسلمان سائنس سے رشتہ توڑ کر جہالت و بد عقیدگی اور شرک کے اتھاہ سمندر میں ڈوب چکے تھے جبکہ یورپ مسلمانوں کے فراہم کردہ علوم کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ مشہور مصنف ڈی۔ کیسپیل (17) نے اس دور کو یوں بیان کیا ہے۔ ”اسلامی سائنس کے دور میں یورپ میں تاریک دور تھا اور کفر، پن، ظلم، گندہ تعویذ اور توپاٹوٹکا کی برائیاں عام تھیں۔“

قرن اول کے دور کے مسلمانوں کے علمی ذوق میں ایک بے حد اہم اور غور طلب زاویہ ان کے علم کی ہمہ گیریت ہے۔ اپنے اپنے دور کے پیشتر سائنسدان نہ صرف علوم فطرت میں رہتے بلکہ علوم دینی پر عمل و سترس رکھتے تھے۔ مثلاً جابر بن حیان نے سائنسی تحقیقات شروع کرنے سے قبل مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت امام جعفر صادق سے دین کا محم حاصل کیا تھا۔ عین ممکن ہے کہ اسی دوران انھوں نے کلام پاک پر غور و فکر کر کے سائنسی تحقیق کا راستہ پایا ہو۔ زکریا رازی اور ابو علی سینا اپنے وقت کے امام طب ہونے کے ساتھ علم دین اور علم فلسفہ کے بھی ماہر تھے۔ اسی طرح الکندی، ابنی عام ہونے کے ساتھ ساتھ علم موسیقی، علم طبیعیات، علم بصریات اور علم ریاضی کا بھی ماہر تھا۔

مسلمانوں کے قرن اول کا ایک اور قابل توجہ مطالعہ چارلس جیسپی (Charles Gillespie) نے کیا ہے۔ اس مؤرخ نے ان سائنسدانوں کی فہرست مرتب کی ہے جنھوں نے ساتویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی کے درمیان سائنس کو فروغ دیا اور جو دور کے سائنسی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ عی نہ ست میں ایک سو پچیس (132) سائنسدانوں کے نام شامل ہیں جن میں سے ایک سو پانچ کا تعلق اسلامی دنیا سے تھا۔ اس واقعہ پر غور کیا جائے تو یورپ سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان میں سے بیشتر نے اسلامی زمین کی زمین و آسمان (قریب، غریب، وغیرہ) میں سائنس

تعلیم حاصل کی تھی۔ گویا کہ اس دور کے ٹک بھگ نوے فیصد (90%) سائنسدان اسلامی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی تناسب سائنسی ایجادات اور سائنسی تصانیف کا بھی تھا۔ اب آئیے بساط الٹنے کے بعد دوسرے دور کی آخری یعنی موجودہ صدی کا جائزہ لیں۔ 1981ء میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق جو پچیس (25) ممالک سب سے زیادہ سائنسی لٹریچر ہر سال شائع کرتے ہیں ان میں ایک بھی مسلمان ملک کا نام نہیں ملتا۔ 1996ء میں دنیا بھر میں جو سائنسی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوئے، ان میں مسلم مصنفین کی تعداد ایک فیصد سے بھی کم تھی۔ گویا قرن اول میں جب مسلمانوں کی آبادی دنیا کی کل آبادی کا محض 15 فیصد تھی، اس وقت سائنسی سرریسوں میں ان کا 90 فیصد حصہ تھا اور آج جب مسلمانوں کی آبادی تقریباً 22 فیصد ہے تو سائنس میں ان کا حصہ ایک فیصد سے بھی کم رہ گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب بغداد کی صرف ایک شہرہ پر کتابوں کی دوسو دکانیں تھیں جہاں قرآن پاک سے لے کر فلیکیات، طبیعیات، ریاضی، کیمیا، طب وغیرہ کی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ لوگوں کے گھر وں میں ذاتی لائبریریاں تھیں۔ علمی مجلسیں راستہ کی جاتی تھیں، نئی دریافتوں اور نئے علوم کی روشنی میں کلام پاک پر غور و فکر کیا جاتا تھا۔ آج اسی دکان یا کسی ذاتی لائبریری میں تو کیا کسی مسلم ادارے کی لائبریری میں بھی مشکل سے ہی رازی یا جابر بن حیان یا الکندی کی تصانیف نظر آئیں گی۔ بقول مولانا سید ہاشم علی ندوی ”یہ تاریخ کا عبرت انگیز واقعہ ہے کہ سائنس ناطقہ اشان خدمات انجام دینے کے بعد مسلمان اپنی تحقیق و علمی روتی بھول گئے اور مقلدانہ اور روایتی ذہنیت کا شکار ہو گئے۔ جس کے نتیجے میں وہ سائنسی اور صنعتی میدان میں مغرب سے پیچھے رو گئے۔“ (19)۔ ایڈورڈ اٹیوا (Edward Atiya) اس دور کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اس دور میں مسلمان سوچنے و ایجاد کی صلاحیت کو چھو بیٹھا اور صرف پرانی کتابوں و روایت لینے کو محرم سمجھ بیٹھا۔“ بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ یہ تو یہ ہے

کہ وہ قدیم کتابوں پر شریعتیں لگا پھر شریعتوں کی شریعتیں تحریر کی جانے لگیں۔ اس کے نزدیک یہ اس کے علمی مشاغل تھے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں کد و کاوش کا جو مادہ رکھا ہے، جدوجہد اور کارکردگی کا جو خمیر شامل کیا ہے، اسے تحقیق و جستجو کا راستہ نہ ملا تو وہ تعقید و تنقید اور فروعی مسائل پر اپنی توانائی صرف کرنے لگا۔

اب آئیے اس بنیادی اور اہم نکتے کی طرف پلٹتے ہیں کہ مسلمانوں میں علم کے تئیں اس اہم فکری تبدیلی کی وجہ یا وجوہات کیا تھیں۔ ان کو سمجھنے کے بعد ہی ہم ان کے دور کرنے کے طریقے پر غور کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ انسان اگر کوئی کام کرتا ہے تو اس کے پیچھے دو ہی محرکات ہوتے ہیں۔ یا تو اس کام کے بدلے اسے مال و عزت یا پھر حسب خواہش کسی اور شے کے ملنے کی توقع ہوتی ہے یا پھر وہ کسی جذبے، لیکن فرض کے تحت اپنی رضا مندی سے وہ کام انجام دیتا ہے۔ مسلمانوں کی علوم سے وابستگی بھی انہی دو محرکات کے رد گھومتی ہے۔ آں حضور ﷺ کی بعثت کے بعد پہلا محرک جس نے مسلمانوں کو تحقیق و جستجو اور مطالعہ فطرت کی طرف راغب کیا، بلاشبہ قرآن پاک تھا۔ اس وقت کے پاک و صاف ماحول میں کہ جب مسلمانوں کا واحد نوکل پوائنٹ کلام پاک تھا، رسول پاک کی صحبت و تربیت انھیں نصیب تھی، مشرکین اور منافقین قرآن حکیم سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لیے کسی قسم کا مواد تیار نہ کر پائے تھے، مسلمانوں نے کام الہی سے بھرپور فیض اور رہنمائی حاصل کی۔ آنحضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ صورت حال تبدیل ہونا شروع ہوئی۔ اگرچہ یہ تبدیلیاں بہت دھیرے دھیرے آئیں۔ مختلف طریقوں سے آئیں تاہم یا تو ان کو محسوس نہیں کیا گیا یا دیگر مفادات و مقصد مرکتے ہوئے تجاہل عارفانہ سے کام لیا گیا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے اتحاد کی طاقت کمزور پڑ گئی۔ رفتہ رفتہ خلافت بادشاہت میں تبدیل ہو گئی۔ اقتدار کی خواہش اور افضلیت کے جھگڑے بڑھنے لگے۔ اسی دوران احادیث رسول کو جمع کرنے

کا کام شروع ہو چکا تھا۔ احادیث کی صحت و سند سے متعلق مختلف رجحانات پیدا ہونے لگے تھے۔ فقہی مسائل پر مباحثوں نے نیز مسلکی اختلافات نے رنجشیں پیدا کر دی تھیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا۔ نئے ممالک اور علاقے ان کے زیر نگین آ رہے تھے۔ کچھ لوگ صحیح ہدایت پا کر اسلام قبول کر رہے تھے تو کچھ مصالحت اور حکومت و وقت کے منظور نظر ہونے کے لیے اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے عروج سے جن اقوام کو زیر ہونا پڑا تھا ان کے اہل فکر و دانش مسلمانوں کے عروج کے اسباب اور ان کا توجہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہو چکے تھے۔ ان کو اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ قرآن اور صرف قرآن ہے جس نے اس پر ایمان لانے والوں کو سیما صفت بنادیا تھا جس کی ہدایت کی روشنی میں وہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق علوم کے ماہر ہو کر ایک مضبوط سماجی، تہذیبی اور فوجی حالت بن چکے تھے۔ اب دشمنان اسلام کی سمجھ میں یہ بات بھی آچکی تھی کہ قرآن میں تحریف و رناتمن نہیں ہے ہذا انھوں نے دوسرا راستہ چنا اور ایک منظم کوشش مختلف طریقوں اور حربوں سے یہ شروع کی کہ مسلمانوں کی توجہ قرآن سے ہٹا کر دوسری طرف لگا دی جائے۔ ان کی فکر و تدبیر کی صلاحیتیں دیگر مسئلے مسائل کی نذر کر دی جائیں۔ ان تمام سازشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی توجہ کلام حق سے ہٹ گئی لہذا تحقیق و جستجو کا رخ بدل گیا۔ گو کہ سفر جاری رہا لیکن اس کا رخ معراج و ترقی کی اس منزل کی جانب نہ رہا جس کا وعدہ قرآن پاک میں ان لوگوں کے لیے کیا گیا ہے کہ جو علم کی راہ میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اسلام ڈائلوٹ (Dilute) ہونا شروع ہو گیا۔ جو نئے علاقے اور اقوام اسلام میں داخل ہو رہے تھے ان تک اب کلام پاک کے علاوہ دیگر لٹریچر بھی پہنچنے لگا جس میں مختلف قسم کی گنجائشیں اور متبادل موجود تھے۔ ان نو مسلمین نے اپنے رسم و رواج اور طریقوں کو بھی اسلام میں شامل کرنے کے لیے بہانے اور طریقے ڈھونڈ لیے۔ اسلام اس معنی میں

”آسان“ ہو گیا کہ آپاء واجداد کے رسم و رواج اور طریقوں، چھوڑے بغیر جنت کی ضمانت مل گئی تاہم وہ نیا سماج وہ نئی تہذیب اور کردار جو قرآن کے اسلام نے پیدا کیا تھا ان دھند لکوں میں گم ہو گیا۔ منافقین اور فاسقین کے تیر کر دہ اس اسلام کے ذریعہ مسلمان لگرو عمل کے اعتبار سے کمزور ہونے لگا۔ وہ کلام پاک میں تحریر آیات کو پڑھنے اور یاد کرنے میں تو مصروف رہا لیکن صحیفہ فطرت یعنی کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی آیات سے غافل اور لاپروہ ہو گیا۔ علم کے سوتے سوکھ گئے جو وہ عقل کا دور بہ گیا۔ عقل کا راستہ بند کر دیا گیا نفس و تقلید کی راہ کشادہ ہو گئی۔ امام غزالی (1058-1111) دشمنان اسلام کی اس سازش کو سمجھ رہے تھے تاہم مسلمانوں کی اکثریت ان کے اقوال اور تحریروں پر توجہ نہیں دے رہی تھی۔ ان کا یہ قول کہ ”جو شخص عقل کو باہل معزول کر کے محض تقلید کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے وہ جاہل ہے۔“ نظر انداز کر دیا گیا۔ سائنسی حقائق یعنی صحیفہ فطرت کے معترضین پر تنقید کرتے ہوئے وہ ”تہافت الفلاسفہ“ میں لکھتے ہیں ”مذہب کے خلاف سب سے بڑے جرم کا رکناب وہ لوگ کرتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اسلام کا دفاع علوم ریاضی کے انکار سے بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان علوم میں کوئی بات مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ ان لوگوں کی اسد م کے بارے میں یہ بڑی جسارت ہے جن کا مان ہے کہ اسلام ان علوم کے انکار کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ حالانکہ ان علوم و تحقیقات میں دینی اصولوں کو کوئی تعرض نہیں۔“ اسی کتاب میں وہ دوسری جگہ رقم طراز ہیں ”جو یہ گمن کرے کہ سورج و چاند گہن و غلط ثابت کرنے کے لیے جھٹ کر تادین کی خدمت ہے اس نے دین پر بہتان باندھا اور اس کو کمزور کیا۔ کیونکہ یہ وہ امور ہیں جن کی بنیاد ریاضی کے حقائق پر قائم ہوتی ہے۔“

احیاء العلوم میں امام غزالی نے نہ صرف علم کی نہایت جامع تحریف بیان کی ہے بلکہ اپنے دور کے مسلمانوں کی فکر اور ان کی روش پر بھی شدید نکتہ چینی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”فرض کفایہ وہ علم ہے جس کے بغیر دنیاوی ضرورتیں انجام نہ پاسکتی ہوں۔ مثلاً علم طب، کیونکہ بقاء زندگی کے لیے یہ ضروری چیز ہے۔ یا علم حساب کیونکہ معاملات میں اور تقسیم ترکہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے اس قول پر کہ طب و حساب فرض کفایہ ہیں، تعجب نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ صنفی علوم بھی فرض کفایہ ہیں۔ بہت سے شہر ایسے ہیں جہاں صرف یہودی یا عیسائی طبیب ہیں اور ان کی شہادتیں فقہ کے طبی مسائل میں معتبر نہیں۔ باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ طب کو کوئی نہیں سیکھتا اور فقہ پر گرسے پڑتے ہیں۔ کیا اس کا سبب بجز اس کے کچھ اور ہو سکتا ہے کہ طب کے ذریعے سے یہ بات نہیں حاصل ہو سکتی کہ اوقاف پر، وصیت پر، قیموں کے مال پر قبضہ حاصل ہو، قضا کا عہدہ ملے، حکومت ہاتھ آئے، ہم معصروں پر تفوق حاصل ہو، مخالفین کو زیر کیا جائے۔“

اللہ کی پناہ گیارھویں صدی میں مسلمانوں کی حکومت کی خواہش، اروپہ بندی اور بے ایمانی کی یہ تصویر واضح طور پر بتاتی ہے کہ مسلمان کلام پاک اور اس کی رہنمائی سے کتنا دور چاچکا تھا۔ مسلمان حکمرانوں کے خاصے بڑے طبقے نے اپنے اپنے زمانے میں علم و خلعت کی سرپرستی کی یہ وہ دوسرا محرک تھا جس کی وجہ سے بہت مسلمان سائنسی تحقیقات کی طرف راغب ہوئے۔ تاہم جب مسلمان حکمرانوں اور حکومتوں میں آپسی اختلافات اور ان کا زوال شروع ہوا تو علم کی سرپرستی بھی کم ہونے لگی۔ ملکہ ازیز کچھ بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے اوپر یا اپنے مذہبی عقاید پر تنقید گوارہ نہیں کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں آزادی فکر کا ختم ہونا لازمی تھا۔ دوسری طرف جنگ و جدال نے ماحول علم کے لیے تاسار گار کر دیا۔ انسان کا جبر و قہر بڑھ گیا تھا۔ پادشاہت کے انداز اس حد تک بدل چکے تھے،

احکام الہی کے اس قدر خلاف ہو چکے تھے کہ علماء حق یا تو بادشاہ وقت کی مخالفت پر مجبور تھے یا پھر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ دور مامون سے ہی مسلمانوں میں یونانی فلسفے کے چرچے شروع ہو گئے تھے۔ تاتاریوں کے حملے نے جو خوف و ہراس کا ماحول پیدا کیا ایسے میں لوگوں نے "اسٹوائسزم" (Stoicism) کو اپنا تار شروع کر دیا جس میں یاسیت، محرومی، بے نیازی، قنوتیت کے احساسات خاص عناصر تھے۔ اس صورت حال کو تاتاری حکمرانوں نے خوب بوجھا دیا کیونکہ مایوس مسلمانوں پر حکومت زیادہ آسان تھی۔ مایوسی کے عالم میں مسلمانوں کو درگاہوں میں قبضی سکون محسوس ہونے لگا۔ یہ تمام سازشیں اس حد تک کامیاب ہوئیں کہ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی دور انحطاط اسلامی میں جینکس (Genius) بہت کم نظر آنے لگے۔ وہ فرماتے ہیں:

"زیادہ تر علماء اور مفکرین نے علوم مابعد الطبیعیات (Metaphysics) کی طرف توجہ زیادہ کی اور علوم طبعیہ اور عملی اور نتیجہ خیز فنون کی طرف توجہ کم کی۔ ان مباحث میں جن کا دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہ تھا، صدیوں تک دروس و دیدہ ریزی کرتے رہے اور ان علوم اور تجربوں کی طرف توجہ نہ کی جو ان کے لیے کائنات کی طبعی قوتیں مسخر کر دیتے اور اسلام کے مادی اور روحانی تسلط کو تمام عالم پر قائم کر دیتے۔" (19)

اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا حال ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ رومن سلطنت کے زوال کے وقت یورپی اقوام کا تھا۔ جنہوں نے عیسائیت کو قبول تو کر لیا تھا لیکن صرف روحانیت کے واسطے۔ دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لہذا عیسائیوں کو ہم دنیا (یا جدید علوم) سے اتنی نفرت ہوئی کہ انہوں نے اقلیدس، افلاطون، جالینوس وغیرہ کی تصنیفات کو کفر کے ذخائر بتایا اور ان لائبریریوں کو آگ لگا دی جہاں یہ کتابیں محفوظ تھیں۔ اسی غیر عقلی رویے کی وجہ سے رومیوں

نے پانچویں صدی عیسوی میں اسکندریہ کی مشہور لائبریری کو آگ لگا دی تھی۔۔۔۔۔ مسلمان بھی جب منافقین و فاسقین کی سازشوں کے جال میں پھنس کر قرآن سے دور ہو گیا، دین، دنیا، دینی اور دنیوی علوم کو الگ کر بیٹھا تو اس کا بھی حال ایسا ہی ہو گیا۔ مسلمانوں کے تنزل کی اس کیفیت کو موانعا آزاد نے غبار خاطر میں یوں بیان کیا ہے: "علم کو روحانی اور دینی مرکز میں محدود کر دیا گیا جو خود وجود کا شکار تھے۔ جدید اور سائنسی علوم کو خلاف دین قرار دیا گیا۔ 1857ء کو دہلی کانچ کی لائبریری کو لوٹا گیا۔ انگریزی اور سائنس کی کتابوں کو پھاڑ ڈالا گیا۔ سائنس کے آلات کو آلات شیطانی کہہ کر توڑا۔ بلوکی عربی اور فارسی کتابوں کو ساتھ لے گئے اور کبڑ میں بیچ ڈالا۔۔۔۔۔ علوم سے بیزاری کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ موجودہ صدی کے اوائل میں ہی مسلمان معاشی اور فوجی طاقت کے اعتبار سے بھی کمزور ترین قوم بن گئے۔ 1918ء میں یورپی افواج نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ ان فوجوں کی قیادت کرنے والے فیلڈ مارشل آلن بی (Allenby) نے اعلان کیا کہ "یہ جنگ آٹھویں صدی جیگ تھی جس میں ہمیں مکمل فتح حاصل ہوئی ہے۔" گویا مسلمان ہمیشہ کے لیے ہپا کر دیا گیا۔

دشمنان اسلام کی سازشوں کے نتیجے میں ہم آج علم کی تقسیم شدہ میراث سے بیٹھے ہیں۔ جو دین محض چند ارکان کا مجموعہ نہیں بلکہ یک کل ضابطہ حیات تھا، اس کے ہیر و کاروں نے دین دنیا کو الگ کر دیا۔ دینی علوم کے نام پر تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، اسرار شریعت اور فلسفہ وغیرہ کی تقسیم دی جانے لگی۔ تمام جدید علوم کو دنیوی علوم کا نام دے کر دنیا و دین کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ جس کو دنیا کی تنہا ہو، جو محض دنیوی زندگی پر یقین رکھتا ہو۔ اُسے سنوارنا چاہتا ہو وہی ان علوم کا مطالعہ کرے۔ ساتھ ہی ساتھ دونوں تقسیم شدہ خانوں کو ایک دوسرے کی ضد اور ناقابل امتزاج سمجھ لیا گیا۔ صف بندی مکمل ہو گئی۔ اب جسے چند روز دنیوی زندگی کو سنوارنا ہو وہ دنیوی علوم پڑھے اور

ہوتا ہے۔ ان اعضاء کے پیغامات کو ذہن ہی وصول کرتا ہے اور پھر اسی کی مدد سے ہم غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے شاہکاروں اور اس کی تخلیق کی خوبصورتی، پیچیدگی اور کارکردگی کو سمجھ پاتے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ تمام علوم جو صحیفہ کفرت کا مطالعہ کرنے والے عالموں نے وضع کیے ہیں اور جن کی مدد سے وہ خالق کی تخلیقات کا مطالعہ کرتے ہیں، علم کے دائرے میں آتے ہیں مثلاً علم طبیعیات، علم حیاتیات، علم کیمیا، علم طبقات الارض، علم ریاضی، علم طب، علم خلاء وغیرہ علم کی قرآنی تعریف کے دائرے میں آتے ہیں۔ علاوہ انہیں ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ چونکہ قرآن عرب قوم پر اتارا گیا تھا لہذا قرآن کی زبان عربی ہے تاکہ وہ اس کے معنی و مفہوم کو احسن طریقہ پر سمجھ سکیں۔ کلام پاک میں اس بات کی وضاحت سورہ ابراہیم میں اس طرح کی گئی ہے: ”ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ انھیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔“ (14:3) عربی میں سائنس کو علم اور سائنس دان کو عالم کہا جاتا ہے۔ اپنے گزشتہ سفر کے دوران میرا شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی کی سائنس فیکلٹی جاتا ہوا تو وہاں کلیات العلوم ہی لکھا دیکھا۔

علامہ محمد لطفی جمعہ نے اپنی کتاب ”فلسفہ اسلام“ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ”قرآن تقریباً تین سو علوم کا منبع ہے اور ان میں سے اکثر علوم کا راست ماخذ خود قرآن ہے اور دوسرے علوم قرآن کی خدمت کے لیے مددوں کیے گئے ہیں۔“ ”الجواب فی تفسیر القرآن کے مصنف شیخ ططاوی نے اپنی تفسیر کے دیباچہ میں لکھا ہے ”قرآن میں آیات العلوم کی تعداد سات سو پچاس ہے۔ جس میں فلکیات، ریاضی، ہندسہ، طب، معدنیات، زراعت اور دوسرے علوم طبعی ہیں۔ قرآن جامع العلوم ہے۔ علی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ تمام دنیوی علوم کا منبع صرف قرآن ہے۔“

اب آئیے اس بات پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے علم حاصل کرنے کی تاکید کیوں کی ہے۔ اللہ سبحانہ

اگر عاقبت سنواری ہے تو دینی علوم پر توجہ دے۔ کیا واقعی ایسا ہے؟ آئیے اس کا حل کلام پاک میں تلاش کریں۔ آخر قرآن کریم علم کے کہتا ہے؟..... قرآن حکیم کے نزدیک علم وہ شے ہے جس کو آنکھ نے دیکھ ہو، کان نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہو اور فواد (قلب بہ معنی ذہن) نے اس کے دھوکہ نہ ہونے کی تصدیق کی ہو۔ سورہ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (کیونکہ) بے شک ترے کان اور آنکھ اور ذہن (فواد) سب سے اس شے کے متعلق پوچھا جائے گا۔“ (17:36)

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جس شے کی تصدیق انسان کے یہ تین اعضاء کر دیں وہ علم ہے اور قرآن منع کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی اور شے کی پیروی کی جائے۔ گویا لوگ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں وہم و گمان کے بجائے علم کی پیروی کریں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مافوق الفطرت سب باتیں جھوٹ ہیں اور قرآن حکیم ان کے پیچھے پڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں

اس کی قدرت کے جو مظاہر بکھرے پڑے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے لیے بنیادی طور پر آنکھ اور کان کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً ہم اپنی آنکھوں سے پہاڑوں کے سلسلے اور ان میں رنگ برنگے پتھر دیکھتے ہیں۔ ہوا کے دوش پر اڑتے بادلوں کو دیکھتے ہیں۔ جو چیز آنکھ کی قوت سے باہر ہوتی ہے اس کو دور بین یا خوردبین کی مدد سے دیکھتے ہیں۔ مثلاً ہادوں کے پار خلاء کا مطالعہ دور بین سے کرتے ہیں اور جب بھری دور بین بھی ناکارہ ہو جاتی ہے تو ریڈیائی دور بین سے خلاء کا معائنہ کرتے ہیں۔ پہاڑوں کے رنگ برنگے پتھروں کے ذرات کی بناؤ کو سمجھنے کے لیے مختلف قسم کی خوردبینیں استعمال کرتے ہیں جن میں حسب ضرورت روشنی کی کرن سے لے کر الیکٹران بیم (Beam) تک کا استعمال کرتے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ آنکھ اور کان دونوں ہی اعضاء کے استعمال میں ذہن استعمال

تعالیٰ نے انسان کو جو کام بھی کرنے کا حکم دیا ہے اس میں انسان کے لیے مکمل فائدے ہیں جو اس کی دنیا اور عاقبت دونوں پر محیط ہیں مثلاً نہ صرف نماز بلکہ وضو میں بھی صحت و صفائی سے لے کر جسمانی ورزش تک کے وہ فوائد ہیں جو فی الفور انسانی جسم کو درست کرتے ہیں اور درست رکھتے ہیں۔ اگر انسان نماز کو سمجھ کر ادا کر رہا ہے تو اس کا ذہن اللہ کی حمد و ثناء کے علاوہ اس کی ہدایات کا بھی اعادہ کرتا ہے۔ چونکہ یہ ہدایات ذہن نشین رہتی ہیں لہذا اس میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو اس کی ذہنی اور نفسیاتی صحت کو ٹھیک ٹھاک رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ وہ جیسے جیسے متقی ہوتا جاتا ہے اللہ کا قرب اسے حاصل ہوتا جاتا ہے۔ گویا نماز فوری دنیوی فائدوں سے لے کر قرب الہی حاصل کرنے تک انسان کی مدد کرتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سبھی احکامات ہمیں دنیوی زندگی سے آخرت تک فائدہ پہنچاتے ہیں۔

جب تک زمین پر پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا انسان ان سے ہدایت کی روشنی پاتا رہا۔ اپنا ایمان مضبوط کرتا رہا۔

آں حضور ﷺ ہی سحر الزماں تھے۔ آپ پر ہی اللہ کا یہ دین مکمل کر دیا گیا۔ ایک مکمل کتاب انسان کے سپرد کر دی گئی۔ اب ایک قابل غور نکتہ یہ ہے کہ شیطان نے تو نسل انسانی کو قیامت تک گمراہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اللہ سے مہلت مانگی تھی جو اسے دے بھی دی گئی تھی۔ گویا شیطانی قوتیں تو قیامت تک نسل انسانی کو گمراہ کریں گی تو پھر ان کو ہدایت دینے کا کام کس طرح ہو گا اور کون اسے انجام دے گا۔ اگر اللہ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے نیز شیطانی قوتوں اور ان کی سازشوں سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے کوئی انتظام نہیں رکھا تو کیا نعوذ باللہ میرے منہ میں خاک، اللہ تعالیٰ نا انصاف ہے؟ ہرگز نہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قیامت تک ہدایت کا فیض جاری کرنے کے لیے کلام پاک اور امت محمدی کو بھیجا ہے اور اس عمل کی سبھی علم یعنی سائنس ہے۔ یہ ظاہر عجیب اور کچھ لوگوں کو متضاد لگنے والی یہ بات درحقیقت خالق، مخلوق اور تخلیقات کے مابین

ایک سیدھا سا دار و ستہ ہے۔ سائنس کی مدد سے ہم چیزوں کو پہچانتے ہیں، ان کی بناوٹ، صفات اور کارکردگی کو سمجھتے ہیں۔ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی تخلیقات کا جب ہم اس طرح غور مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان میں خالق کی کارگیری، عظمت اور صنائی کے نمونے نظر آتے ہیں۔ عقل حیران رہ جاتی ہے کہ وہ کیا چیز بنائی ہے۔ کیا بردست توازن ہے، کتنی پیچیدگی ہے پھر بھی کتنا بردست نظم و انتظام ہے کہ جو اس مشین کو چلا رہا ہے۔ اگر ہم سائنسی دریافتوں اور علوم کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جیسے جیسے انسان کی عقل و شعور اور واقفیت میں اضافہ ہوا ہے ویسے ویسے ہی اس پر مزید پیچیدہ اور حیران کن اسرار قدرت کے انکشافات ہوئے ہیں۔ جب انسان کا علم کم تھا تب وہ ایک معمولی سے مائیکرو اسکوپ کے ذریعے سائل (Cell) کی بناوٹ دیکھ کر ہی حیران رہ گیا تھا۔ اس کی جستجو نے جب زیادہ طاقتور ”آئینہ“ یعنی خوردبین بنانے کی سہولت کی اندرونی بناوٹ دیکھ کر عرشِ عرش رنجا۔ پھر مزید طاقتور خوردبین نے اس کو نئے نئے عضلات کی دنیا سے روشناس کرایا۔ اخرض یہ سلسلہ چلتا رہا اور اس پر قدرت کے راز آشکارا ہوتے گئے۔ اب اگر اس سائنسدان کا دل ایمان سے منور ہو گا تو اسے ان تمام تخلیقات میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تجلیوں نظر آئیں گی۔ ہر نئی دریافت، ہر نئی پیچیدگی اس کے ایمان کو تقویت پہنچائے گی۔ وہ دل سے اللہ کی عظمت کا قائل ہو گا۔ لیجئے پیغمبر کا کام علم کے ذریعے انجام پایا۔ اللہ کی قدرت اور احکامات کے جو پیغام کل تک پیغمبر لاتے تھے آج سائنس لے کر آ رہی ہے۔ جیسی تو اللہ تعالیٰ اپنے قوانین، مظاہر فطرت اور تخلیقات کے مطالعہ کا حکم دیتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”علم رکھنے والے نبیوں کے ورثہ ہیں اور انبیاء کا ورثہ دینار و درہم نہیں ہیں بلکہ ان کا ورثہ علم ہے۔“ (ترمذی، ابوداؤد) اب آئیے ذرا دیکھیں کہ یہ جو بات میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اسے کلام پاک سے کیونکر تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ سورہ المؤمنون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں

سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیئے۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔“ (23:27)

غور فرمائیں آنکھ کان اور دل (یہ معنی دماغ) ہی تو وہ اعضاء انسانی ہیں کہ جن کی مدد سے وہ کائنات میں نکھری ہوئی نشانیوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ ان اعضاء کا اس سے بہتر شکر کیا ہو گا کہ ان کا صحیح اور وہی استعمال کیا جائے کہ جن کے واسطے یہ ہم کو عطا کیے گئے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ان سے متعلق ہر پر س بھی کرے گا۔ سورہ یونس میں ارشاد ہے: ”ان سے کہو زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسے دیکھو۔“ (10:100) نظر کے لغوی معنی دیکھنے، غور کرنے، معائنہ کرنے اور سوچنے کے ہیں۔ گویا ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو کائنات کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔ یہ معادہ ہم کس طرح کریں اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک نسبتاً واضح مثال کا سہارا لیتے ہیں۔ کلام پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ نماز پڑھیں۔ اب یہ مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ نماز ادا کرنے کے لیے جو ضروری کام ہیں ان کو وہ انجام دے۔ یعنی پاک صاف ہو، کپڑے پاک ہوں، وضو کرے اور پھر مسجد میں جا کر صحیح طریقے سے نماز ادا کرے۔ اسی طرح اگر کائنات کے بغور مطالعہ کی ذمہ داری ہمیں دی گئی ہے، اللہ کا ایک واضح حکم ہے تو ہمیں چاہئے کہ اس حکم کی تعمیل میں کائنات میں گھومنے کی کوشش کریں۔ گھومنے اور سفر کرنے کے لیے تیز سواریاں ایجاد کریں۔ کائنات میں پھیلے ہوئے مظاہر کے بغور مطالعے کے لیے اگر آنکھ ٹاکانی ہے تو ایسے آلات ایجاد کریں کہ ہم کائنات کی اشیاء کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کر سکیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی عظمت کے قائل ہوتے چلے جائیں گے۔ تاہم حقیقت کیا ہے اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں اشارہ کیا ہے: ”زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔“ (12:105-106) اس آیت میں بیک وقت

کئی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ واضح طور پر تو ان لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کی کائنات اور اس کی تخلیقات کی طرف توجہ نہیں دیتے یعنی لاعلم، غافل اور جاہل رہتے ہیں۔ دوسری طرف زمین اور آسمانوں کی نشانیوں پر سے لوگوں کے گزرنے کا ذکر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ بات بیان فرماتا ہے کہ زمین اور آسمان میں انسان اتنا سفر کرے گا کہ ان نشانیوں پر سے گزرے گا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مستقبل میں خلائی سفر اس حد تک اور اتنے عام ہوں گے کہ انسان اللہ کی نشانیوں پر سے گزرتا ہوا جائے گا۔ ایک اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی تخلیقات پر غور نہیں کرے گا تو ازانما وہ اس کی عظمت کا پوری طرح قائل نہیں ہو گا۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ وہ شرک میں مبتلا ہو جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ان میں سے اکثر شرک ہوں گے۔ اللہ اللہ! کتنی واضح بات سے کے انہی نشانیوں پر جو غور کر کے آگے بڑھے وہ متنی ہو گیا۔ مسمم ہو گیا اور جو صرف نظر کر گیا، لا پرواہ رہا وہ شرک ہو گیا۔ اس شرک کا انجام ہلاکت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ سورہ الاعراف میں اسی ہلاکت کی اطلاع دی گئی ہے ”کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے، انکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔ شاید ان کی موت کا وقت قریب آگیا ہے۔“ (7:185)

آیت کا لفظ کلام پاک میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک تو ان سورہ کے لیے جو اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے اور کلام پاک میں درج ہے۔ دوسرے ان تمام نشانیوں کے لیے جو کائنات میں پھیلی پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں پھیلی اپنی نشانیوں کے مطالعے کی کس قدر تاکید کی ہے اس کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حلق وغیرہ جیسے ارکان اور سماجی امور سے متعلق آیات کی تعداد ڈیڑھ سو ہے جبکہ مطالعہ کائنات سے متعلق 756 آیتیں کلام پاک میں ہیں۔ اس سے نعوذ باللہ یہ مقصود نہیں کہ جن امور و احکام سے متعلق کم آیات ہیں وہ کم اہم ہیں اور مطالعہ فطرت

واضح ہو جاتی ہے کہ اصلی علم صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

کفر یا انکار دو طرح سے ہوتا ہے۔ اولاً زبان سے کہ آپ کسی چیز کی موجودگی سے انکار کر دیں۔ دوسرا عملاً کہ آپ زبان سے تو انکار نہ کریں لیکن آپ کا عمل اس کی موجودگی کا منکر ہو۔ مثلاً ایک سرکش بچہ منہ سے بھی کہہ سکتا ہے کہ میں پا کا کہنا نہیں مانتا۔ دوسری صورت میں وہ منہ سے تو کچھ نہیں کہتا بلکہ پا جان، پا جان کی رٹ بھی لگاتا ہے تعریفیں بھی کرتا ہے لیکن حضور کے زیادہ تر احکامات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کر رہے ہیں۔ کلام پاک کے کچھ احکامات کو، کہ جن پر عمل کرنا آسان ہے ہم نے اپنا لیا ہے جبکہ دیگر احکامات سے اس طرح آنکھیں موڑ لی ہیں کہ ہم عملاً ان کے منکر ہو چکے ہیں۔ سورہ البقرہ میں ارشاد ہے: ”تو کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں۔ ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیے جائیں۔“ (2:84)

آگے ارشاد ہے ”اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ۔“ (2:207)

ذرا غور کیجئے۔ آج ہماری ذلت و خواری کی وجہ یہی تو نہیں ہے کہ ہم نے کلام پاک کے ایک حصے کو تو اپنا لیا ہے لیکن بقیہ احکامات کی طرف سے غافل ہو چکے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہم نے جن احکامات کی طرف سے رخ پھیر لیا ہے انہی میں نہ صرف ہماری اجتماعی فلاح پوشیدہ ہے بلکہ دنیا و آخرت میں سرخروئی و کامیابی ہے اور انہی پر عمل کر کے ہم خیر امت کے فریضے کو بھاسکتے ہیں۔ صحیفہ فطرت یعنی اللہ تعالیٰ کی کائنات کے مطالعے کو آج ہم نے اپنے اوپر لگ بھگ حرام کر دیا ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں کی اکثریت ان کو دنیوی علوم کے خانے میں رکھ کر ان سے کنارہ کش ہو چکی ہے۔ اب آئیے ذرا غور

زیادہ اہم ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہاں بھی اللہ کی مشیت کا ایک نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور وہ اس کی فطرت سے واقف ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ایسے ارکان ہیں کہ جو دین کا لازم حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم یہ عمل دین بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مطالعہ فطرت کا جو بار بار ذکر کیا ہے وہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اس قوم پر ایک دور وہ آئے گا کہ جب یہ احکام الہی کے ایک حصے کو پکڑ کر بیٹھ جائے گی۔ مزید یہ کہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے مطالعہ فطرت کے نتیجے میں ہی انسان پر رفتہ رفتہ وہ راز کھلیں گے کہ جو ہر دور میں اللہ کی عظمت کو ثابت کریں گے، حق کو واضح کریں گے اور لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنیں گے۔

اہل علم سے متعلق دو اہم بیانات کلام پاک میں دعوت فکر دیتے ہیں۔ سورہ فاطر میں ارشاد ہے ”کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید سرخ، ورنگری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور موشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“ (35:26-27)

ان آیات میں سر و دست تین اشارے نظر آتے ہیں۔ اول یہ کہ کائنات میں رنگوں کے اختلاف میں بھی راز ہیں۔ یہ اشارہ علم جینیات (Genetics) اور علم طبقات الارض (Geology) سے متعلق ہے۔ دوسرے یہ کہ ان چیزوں کا علم رکھنے والے ہی اللہ کی عظمت اور کارکردگی کو اس طرح سمجھتے ہیں اور مرعوب رہتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ان آیات میں بندگی کے درجات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ علم نہ رکھنے والے بھی اللہ کے بندے ہیں اور ہو سکتے ہیں تاہم ان میں سے صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں یعنی متقی ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان آیات سے یہ بات بھی

کریں کہ سورہ النمل میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ”اور ذرا تصور کرو اس دن کا جب ہم ہر امت میں سے ایک فوج کی فوج ان لوگوں کی گھیر لائیں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔ پھر ان کو مرتب کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب سب آجائیں گے تو ان کا رب ان سے پوچھے گا کہ تم نے میری آیات کو جھٹلایا حالانکہ تم نے ان کا علمی احاطہ نہ کیا تھا اگر یہ نہیں تو اور تم کیا کر رہے تھے۔“ (27:83) حتیٰ اگر تم اللہ کی آیات کا علمی احاطہ نہیں کر رہے تھے تو پھر کیا کر رہے تھے کیا اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں صحیفہ فطرت کے مطالعے کا حکم ہو سکتا ہے کہ جس میں عبرت بھی ہے اور انکار کا انجام بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ کائنات میں پھیلے اللہ تعالیٰ کے مظاہر قدرت اور مخلوقات سے انسان کس طرح سبق لے سکتا ہے، اس کا ایک بہترین نمونہ ہمیں سورہ مائدہ میں ملتا ہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”پھر اللہ نے ایک کو ابھیرا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ یہ دیکھ کر وہ بولا ”افسوس مجھ پر۔ میں اس کو بے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے کیے پر بہت پچھتاؤ۔“ (5:31) یہاں مظاہر فطرت سے نہ صرف علمی سبق کی مثال بیان کی گئی ہے بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح ان مظاہر سے سبق لینے والے ہدایت کی راہ پا جاتے ہیں۔ اگر ایسی واضح مثالوں کے بعد بھی ہم علم کو تقسیم کیے ہوئے ہیں تو پھر اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ اس دین کے خلاف کافروں کی ایک ایسی سازش ہے کہ جس کی طرف سورہ بقرہ میں اشارہ ہے ”وہ تو تم سے لڑے ہی جائیں گے حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں اس دین سے پھیرے جائیں۔ تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا و آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔“ (2:217) ذرا سوچئے کیا دین کے واضح احکامات سے پھر نادین سے پھرنا نہیں ہے؟

قدر مختصر یہ کہ جب ہم دین سے پھرے تو علم سے بھی پھرے اور جب ہم علم سے پھرے تو علمی مزاج سے بھی پھرے۔ اب ہم آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہیں کیونکہ ہم اللہ کی آیات کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن ان کو سمجھ کر اللہ کی قدرت کا مطالعہ و مشاہدہ نہیں کرتے۔ ان پر غور و فکر نہیں کرتے۔ صحیفہ فطرت میں جستجو نہیں کرتے۔ مستند تفسیریں ہو کر آیات کی گردان کرتے ہیں۔ اس سسے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد آئیے اب اس بات پر غور کریں کہ اس صورت حال کو کیونکر تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ علم کی تقسیم نے ہمارے علمی اداروں کو بھی تقسیم کر دیا ہے ”دینی علوم“ کے اداروں میں بچوں کو اسلامی تعلیمات میسر نہیں آتیں اور ”دینی علوم“ کے اداروں میں علم کا مکمل احاطہ نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر بچے کو اسلام کی مکمل تعلیم نہیں دی جائے گی تو جدید علوم سے آراستہ ہو کر بھی وہ ایک نافع انسان نہیں بن پائے گا۔ علم اور ایمان زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں اگر ایک میں بھی جمبول ہوا تو گاڑی ٹھیک نہیں چل سکتی۔ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جو ذہن پرورش پاتا ہے اس میں انسانیت کی چاشنی ہوتی ہے۔ اس جسم میں اسلامی روح ہوتی ہے جو اسے لوگوں کی بھائی کے کاموں پر ”مادہ کرتی ہے۔ تاہم یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ راقم جس اسلام کی تعلیمات کی بات کر رہا ہے وہ محض چند ارکان پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ اس کا اشارہ اس مکمل ضابطہ حیات کی طرف ہے کہ جس کی تعلیم قرآن میں دی گئی ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آج ہمارے دینی مدارس میں بھی قرآنی تعلیمات پر وہ توجہ نہیں دی جاتی جو کہ اس کتاب کا حق ہے۔ عامیت کرنے والے بیشتر طلباء کے نصاب میں بھی صرف ایک کتاب جلالین شامل ہے جو کہ ایک مختصر ترین تفسیر ہے۔ مزید سہم ہے کہ اکثر مدارس میں یہ تفسیر بھی مکمل نہیں ہو پتی کہ طالب علم کو فرغت مل جاتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھیں تو دینی مدارس کے طلباء کو بھی آٹھ آٹنی تعلیمات کی اتنی ہی ضرورت ہے کہ جتنی کہ دیگر مدارس کے

ہوں اور جدید علوم میں بھی ماہر ہوں۔ اس کے لیے قابل عمل ترکیب یہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ علوم پر مہارت رکھتے ہیں وہ رضا کارانہ طور پر کلام پاک کا بغور مطالعہ کر کے، نیز علمائے قرآن کی مدد لے کر اپنے آپ کو تیار کریں یا دیگر حضرات کو اس سبج پر تیار کریں۔ معتمدین کی تیاری کے بعد ہمیں اس انداز کے ”ماڈل مدارس“ بنانا ہوں گے جہاں ”مکمل تعلیم“ کا انتظام ہو۔ ان مدارس میں قرآن ناظرہ، ترجمہ اور تفسیر کے علاوہ جدید علوم اور زبانوں کا نصاب ہو۔ 10+2 کے انداز میں بچے یہاں سے فارغ ہو کر پھر چاہے تو جدید علوم میں مہارت حاصل کرے یا پھر اگر حدیث اور فقہ اور دیگر علوم شرعیہ کی تعلیم کا طلب گار ہو تو ان مدارس سے رجوع کرے جو ان علوم کی تعلیم دیتے ہوں۔ ایسا ہر طالب علم کم از کم قرآنی تعلیمات سے بخوبی واقف ہو گا لہذا توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کا کردار اور معاملات مسلم ہوں گے نیز مصالحتوں اور رنجناشوں سے پاک ہوں گے۔ قرآنی تعلیمات اس کے مشاہدے، تجربے، تجزیے اور فکر و تحقیق کی فطری صلاحیتوں کو ابھاردیں گی۔ انہی صلاحیتوں کو تو آج ہم سائنسی فکر اور شعور کے نام سے جانتے ہیں۔ اس انداز پر تربیت شدہ عالم دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح اور مکمل ترجمانی کر سکے گا۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کا احساس کریں۔ تاہم ان پر تادم ہونے، اشک بار ہونے، ان کا ماتم کرنے یا ان کے لیے ذمہ دار کون ہے اس بحث میں جانے یا ذمہ داروں کا مرثیہ پڑھنے سے یہ مسئلہ حل نہیں

طلباء کو ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں ہم صرف یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ہمیں ہر حال میں اور ہر سطح پر قرآن کی طرف لوٹنا ہے۔ اس کو سمجھنا ہے اور اس کی روشنی میں اپنے تعلیمی نصاب ترتیب دیتے ہیں۔ ہمیں ایسی مکمل درسگاہیں تیار کرنی ہیں کہ جن میں مسلم علماء تیار کیے جائیں۔ ہمیں اپنی یہ سوچ بدلنی ہے کہ مدرسے اور مسجد کی تعمیر میں چندہ دینا ثواب جاریہ ہے اور دنیوی تعلیم کے مدارس کو بنانا فضول یا زیادہ سے زیادہ دنیوی فائدے اور شہرت کا کام ہے۔ یاد رکھئے ہر نافع علم کا فروغ ایک خالص دینی کام ہے۔ میں پورے یقین اور ایمان کے ساتھ یہ بات آپ کے سامنے پابوش و حواس کہہ رہا ہوں اور آپ حضرات اس پر گواہ ہیں۔ آج کا دور سائنسی دور ہے۔ سائنس سے واقفیت ایک طرف ہمارا ایمان مضبوط کرتی ہے تو دوسری طرف یہ دیگر اقوام کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں زبردست کردار ادا کر سکتی ہے بلکہ کر رہی ہے۔ اس جانب عملی پیش قدمی کے لیے ضروری ہے کہ اول تو ہم گھر گھر قرآن مجید کا اہتمام کریں۔ اس طرح کے علمی اجلاس کم از کم مہینے میں ایک بار منعقد کریں کہ جس میں کلام پاک پر غور و خوض ہو۔ دوسرے یہ کہ انفرادی سطح پر ہم میں سے ہر کوئی اللہ کے کلام کا بغور اور با معنی مطالعہ کرے تاکہ اسے سمجھ کر اس پر عمل کر سکے۔ ساتھ ہی ہر دم اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں ہدایت اور نیک توفیق دے۔ تیسرے یہ کہ ہمیں اس انداز کے معلم تیار کرنے ہوں گے جو مکمل مسلم ذہن رکھتے

نقلی دواؤں سے ہوشیار رہیں

قابل اعتبار اور معیاری دواؤں کے تھوک و خردہ فروش



میڈیکس کور

1443 بازار چلتی قبر۔ دہلی۔ 110008

فون : 3263107-3270801

ماڈل میڈیکس کور

(8) Mahmood, Syed A History Of English Education In India (1781-1893) M A O College, Aligarh 1895

(9) Dutt, R P India Today People's Publishing House, Bombay, 1949

(10) Faruqi, Z H The Deoband School And The Demand For Pakistan Asia Publishing House, Bombay, 1959

(11) Indian National Congress: Language Policy Muslim India Jan 1985

(12) شیخ محمد اکرام، موج کوثر۔ مرکٹسٹریٹس، لاہور۔ 1940

(13) ضیاء الحسن فاروقی وغیرہ (مترجمین) مجیب صاحب، احوال و افکار، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی۔ 1984

(14) George Sarton, An Introduction To The History Of Science London 1936

(15) Robert Brifalt, The Making Of Humanity London 1983

(16) مولانا ابوالکلام آزاد۔ فہرہ خاطر۔ ساہتیہ اکیڈمی۔ نئی دہلی

(17) Donald Campbell Arabian Medicine And Its Influence On The Middle Ages. (Vol. I). London. 1926

(18) طحطا حسین مترجم مولانا عبدالسلام ندوی۔ ابن خلدون۔ معارف پریس، اعظم گڑھ۔ 1940

(19) مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ سہ ماہیہ میں سلامت اور مغربیت کی کشمکش۔ ندوۃ العلماء۔ 1963

ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاد و عمل کا حکم دیتا ہے۔ اس بُرائی سے لڑنے کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی سطح پر کمر بستہ ہونا ہوگا۔ ہمیں ایک صالح، نافع اور مجسم ہمدرد و مفید معاشرے کے طور پر ابھرنا ہوگا جہی ہم اس دنیا میں عزت کے ساتھ زندہ رہ سکیں گے۔

حوالہ جات:

(1) خالد یار خاں۔ تاریخ تعلیم، اردو مرکز لاہور۔ 1960

(2) سید مناظر حسین گیلانی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (حصہ اول) ندوۃ المصطفین۔ دہلی۔ 1944

(3) فضل کریم خاں دہلوی۔ اسلامی نظام تعلیم، قومی کتب خانہ لاہور۔ 1932

(4) سید نوشہ علی (ایڈیٹر) مسلمان ہندوپاک کی تاریخ تعلیم۔ مسلمان اکیڈمی، کراچی۔ 1963

(5) Education Under Asaf Jah VII A retrospect. Hyderabad (Dn) The Govt Central Press, 1945

(6) Dr Bona Joseph (Ed) One Teacher One School Biblia Impex (P) Ltd, New Delhi 1983

(7) سید نور اللہ، جے۔ پی۔ ٹانک۔ تاریخ تعلیم ہند، پبلیشنگ بک ٹرسٹ انڈیا نئی دہلی۔ 1973

مکمل خزانہ

ماہنامہ سائنس کے 1999ء میں شائع شدہ تمام شمارے اب مجلد دستیاب ہیں۔ مکمل جلد کی قیمت =/150 روپے ہے۔ رجسٹرڈ ڈاک سے منگوانے کے خواہشمند حضرات =/160 روپے کا منی آرڈر روانہ کریں یا ڈرافٹ بھیجیں۔ دہلی سے باہر کے چیک پر پندرہ روپے زائد (یعنی =/175 روپے) روانہ کریں۔ چیک یا ڈرافٹ Urdu Science Monthly کے نام ہو۔

اسلام اور علم

عبد الغنی شیخ، لیہ، لداخ

تھے۔ لیکن جو فنون تھے، وہ ترقی پذیر تھے۔ ان میں ایک طبابت اور دوسرا علم ہیئت تھا۔ حضورؐ اس علم میں اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ قبلہ کا تعین حضورؐ نے کیا تھا۔ آپؐ ستاروں کی مدد سے بیت المقدس یا بیت المقدس سے مکہ یا مدینہ جانے والے راستے کی رہنمائی فرما سکتے تھے۔ عسکریت اور نسب و نسل سے متعلق بھی معلومات حاصل کرنے کی ترغیب فرماتے تھے۔ (1)

حضورؐ کو ہمیشہ نئی باتیں جاننے کا تجسس رہتا تھا۔ انھوں نے ایک دیوانے نوجوان ابن سعد کی حرکات و سکنات کا مشاہدہ کیا۔ دیوانگی کی یادہ گوئی سنی۔ اس سے ۱۱۷۰ ات کیے۔ اس کے مزاج کی کیفیت کو جانچا اور پرکھا اور ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اس کی باتیں سننے لگے۔ (2)

قرآن پاک نے صاحب علم اور بے علم میں ایک حد فاصل قائم کی ہے اور علم والے کو بلند درجہ دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ”تم میں سے جو ایمان رکھنے والے ہیں، اور جن کو علم بخشا گیا ہے۔ اللہ ان کو بلند درجات عطا فرمائے گا“ (سورہ المجادلہ آیت 2)

”جسے حکمت عطا کی گئی۔ اسے حقیقت میں بڑی دولت عطا کی گئی۔“ (سورہ البقرہ آیت 269)

کیا بے علم والے علم والوں کے برابر ہیں؟ علم والے کو ایک درجہ (مرتبہ) دیا جاتا ہے۔

قرآن تمام بنی نوع انسان کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور خدا سے دعا مانگیں کہ انھیں زیادہ سے زیادہ علم دے۔ اور ”عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔“ (20-114)

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے حضورؐ نے

علم سیکھنا اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ قرآن پاک کی بیسویں آیتیں اور نبی کریمؐ کی بیسویں احادیث اس امر کا ثبوت ہیں کہ حصول علم کو اسلامی تعلیمات میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ ان حدیثوں کو صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، مسند طبرانی وغیرہ میں دیا گیا ہے۔ ایک مضمون میں ان آیتوں اور حدیثوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔

امت کے ذوال اور مسلمانوں کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب جہالت اور لاعلمی ہے۔

حضرت محمد ﷺ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی اس کا پہلا غلط اقرار تھا۔ یعنی ”پڑھو اس کے بعد ان کی ساری عمر امت کی تعلیم و تدریس میں گزری۔ اگرچہ حضورؐ ہی تھے، لیکن وہ بچپن سے ہی علم و عرفان کے متلاشی ہی نہیں تھے بلکہ قدر داران بھی تھے۔ ان دنوں حصول علم کے ذرائع نہیں تھے۔ سارے مکتہ میں لے دے کر صرف سترہ آدمی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپؐ نے اپنے مشاہدے اور غور و فکر کا سہارا لیا وہ اکثر مکہ سے دو تین میل کے فاصلے پر غار حرا میں تنہا بیٹھ جاتے تھے اور وہاں اپنا بہت سا وقت کائنات کی تخلیق اور اس کے خالق کی قدرت پر غور و فکر کرتے تھے۔ آپؐ اکثر سوچا کرتے کہ کائنات کا خالق کون ہے اور مخلوق سے اس کا کیا واسطہ ہے۔ وہ خدا سے دعا کرتے کہ وہ حقیقت ان پر آشکار کرے۔

نبوت کے بعد حضورؐ نے اجتماعی زندگی میں اپنے فرمودات اور عمل سے علم کو فروغ دیا۔ انھوں نے اعلان کیا کہ انھیں معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں علوم و فنون زیادہ نہیں

پہلا مرحلہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد مکہ اور مدینہ میں لوگ اسلام اور اس کے اصولوں سے فیض یاب ہونے کے لیے آتے تھے۔ یہ سلسلہ جب بھی جاری رہا جب مسلمانوں نے ایران اور شام پر قبضہ کیا۔ اسی ادارے نے مفسرین، متکلمین، حکماء اور صوفیاء پیدا کیے۔ (3)

اسی طرز پر بعد میں کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ کے اسکول میں دینی بحث و مباحثہ ہوتا تھا۔ کبھی کبھی ایک مسئلے پر ہفتہ بھر بحث چلتی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً پانیس سال تک چلا۔ امام ابو حنیفہؒ پیش آمدہ سوالوں کے جوابات تلاش کرتے تھے۔ جو ان دنوں ملت کو درپیش تھے۔ (4)

حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا: ”ایک عالم کی مجلس میں حاضری دینا ہزار رکعت نماز پڑھنے یا ہزار مریضوں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شرکت کرنے سے بہتر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا قرآن کی تلاوت سے افضل ہے؟ آپ نے سوال کیا ”کیا قرآن بغیر علم کے مفید ہے؟“

جنگ بدر میں پکڑے گئے جن قیدیوں کو لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ حضورؐ نے ان سے مالی فدیہ طلب کرنے کے بجائے فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ گورنر کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ اپنی حدود کے دائرے میں رہنے والے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔ حضورؐ کی حیات کے دوران حضرت معاذ بن جبلؓ یا عمرو بن حزمؓ میں سے ایک کو یمن میں تعلیم کے اعلیٰ افسر کی حیثیت سے بھیجا جاتا تھا جو گاؤں گاؤں جا کر تعلیم و تدریس کا انتظام کراتے تھے۔ (1)

ایک مسجد تعمیر کی اور اس مسجد کے اندر صفہ ایک حصہ تھا، جو تعلیم کے لیے مخصوص تھا۔ صفہ سے مراد پلیٹ فارم ہے۔ ایک پلیٹ فارم بنایا گیا جو دن کے وقت تعلیم گاہ کا کام دیتا اور رات کے وقت بے خانماں لوگوں کے لیے سونے کی جگہ کے کام آتا تھا۔ ستر یا سنی طلباء اس درس گاہ میں زیر تعلیم تھے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اس درس گاہ کی مایات کے ناظم تھے۔

صفہ میں تعلیم پانے والے طالب علم دو قسم کے تھے۔ کچھ شہر میں رہتے تھے اور پڑھ کر چلے جاتے تھے لیکن کچھ ایسے تھے، جن کا کوئی گھر نہیں تھا اور وہ رات بھی وہیں گزارتے تھے۔ آنحضرتؐ ان کے لیے بیت المال سے خورد و نوش کا انتظام فرماتے۔ یہ لوگ خود بھی محنت کر کے کماتے تھے۔ تعلیم کے سلسلے میں شاگردوں سے کچھ لینے کی صریح ممانعت تھی۔ حضورؐ کو فرصت ملتی تو آپؐ درس دیا کرتے تھے اور بہت سے دوسرے لوگ بھی اس درس میں شریک ہوتے۔

مدینہ میں عہد نبویؐ میں نو مسجدیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے محلے کی مسجد میں اپنے مساویں سے تعلیم حاصل کریں۔ کبھی مرکزی مسجد میں نہ آئیں کیونکہ اس طرح طالب علموں کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ تھا۔

اس حدیث کے عین مطابق کہ ”علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔“ اسلام کے ابتدائی زمانے میں مسجد نبویؐ میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حاضری دیتی تھیں۔ جہاں حضورؐ وعظ و نصیحت فرماتے۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ دونوں کے لیے بیک وقت استفادہ کرنے کا امکان تھا۔

حضرت عمرؓ کی ایک رشتہ دار خاتون شفاہ بن عبد اللہؓ پڑھی لکھی تھیں، وہ بھی مدینہ ہجرت کر کے آئی تھیں۔ حضورؐ نے ان کو مدینہ کے ایک بازار میں ایک عہدہ پر مامور کیا۔ انھیں ایسی ہی کام سپرد کیا جس کا تعلق لکھنے پڑھنے سے تھا۔

مسجد نبویؐ میں اسلام کی تعلیمات، قیامت، روح اور دوسرے مسائل پر تبادلہ خیال ہوتا تھا۔ یہ علم کلام کی ترویج کا

بہت سی احادیث میں علم کی فضیلتیں، سچے علم اور علم نافع کی وضاحت، معلم کی عزت، دینی اور دنیوی تعلیم کی ضرورت، والدین پر بچوں کی تعلیم کا فرض اور علم حاصل کرنے کے لیے مختلف مثالوں سے ترغیب و تاکید کی گئی ہے۔

عالموں کو نبیوں کا وارث قرار دیا گیا ہے اور ان کا مرتبہ عابدوں اور شہداء سے بلند ٹھہرایا گیا ہے۔

اسلام کے نزدیک علم ایک مسلسل اور مستقل عمل ہے۔ جسے ایک انسان کو تا دم حیات جہاں بھی ملے، بخورنا ہے۔ چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

معمد سے لحد تک علم حاصل کرو۔

ایک ساعت کا تفکر اور تہہ بریک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایمان دار کے واسطے فلسفہ علم ایک کھوئے ہوئے لوتھ کی طرح ہے۔ جہاں کہیں ملے، پکڑ لو۔

مومن کا پیٹ بھلی باتوں (علم) سے نہیں بھرتا۔ وہ سنا رہتا ہے، یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

حضورؐ نے ایک دفعہ فرمایا "ایک عالم کی مجلس میں حاضری دینا ہزار رکعت نماز پڑھنے یا ہزار مریضوں کی عیادت کرنے اور ہزار جنازوں میں شرکت کرنے سے بہتر ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا یہ رسول اللہؐ کیا قرآن کی تلاوت سے افضل ہے؟ آپ نے سوال کیا۔ "میا قرآن بغیر علم کے مفید ہے؟"

ان فرمودات کا اثر تھا کہ بہت سارے لگ شمع علم کے پروانے بن گئے اور اسلام نے صدیوں تک متعدد بلند پایہ علماء، فقہاء، محدثین، مفسرین، محکمین، مورخین، فلسفی، سائنسدان اور جغرافیہ دان پیدا کیے۔

فلسفی ابن رشد لکھتے ہیں۔ "میں نے زندگی میں صرف دو راتیں مطالعہ نہیں کیا۔ ایک رات جب میری والدہ کا انتقال ہوا، دوسری رات جب میری شادی ہوئی۔"

علامہ ابن جوزی گہرا ذوق مطالعہ رکھتے تھے اور ہر موضوع کی کتابیں پڑھتے تھے۔ وہ اپنے متعلق لکھتے ہیں "میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی۔ جب کسی نئی

کتاب پر میری نظر پڑتی ہے تو اب محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دینیہ ہاتھ آگیا۔ اگر میں کہوں کہ میں نے بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو بہت زیادہ معصوم ہو گا۔ اور یہ طالب علمی کا ذکر ہے۔" وہ لکھتے ہیں "فقہ کو چاہئے کہ ہر فن کے ضروری حصے سے واقف ہو، چاہے تاریخ ہو، حدیث، لغت، ہویا کوئی اور فن ہو۔ فقہ تمام علوم کا محتاج ہے۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے وعظ و نصیحت سننے کے لیے سارا بغداد لوٹ پڑتا تھا۔ ان میں عام لوگوں کے علاوہ بادشاہ، وزراء، علماء فقہاء ہوتے۔ بہت سارے جوان علم قلم و دوات ساتھ لے کر آتے تاکہ آپ کے ارشادات قلمبند کریں۔

ایک ایک مجلس میں چار چار سو دو تیس شائق تھے۔ (5) امام غزالی کا شوق علم ملاحظہ ہو۔ جنگل میں مسافروں کو ڈاکو لوٹ لیتے ہیں۔ امام غزالی ڈاکوؤں کے سردار کے پاس جا کر اپنا تھیلہ، تنکا ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار تھیلہ دیکھتا ہے۔ اس میں رکھے پتھر کا نذات اور چھوٹی چھوٹی کاپیاں دیکھ کر کہتا ہے: "اس بکھرے کے لیے تم پریشان ہو؟"

"ہاں"

"ان پر کیا لکھا ہے؟"

"میں ایک طالب علم ہوں۔ اس لیے میں نے وہ ضروری یادداشتیں لکھیں ہیں جو ایک عمر کی تحقیق کا نتیجہ ہیں۔"

متحدہ علماء نے انفرادی طور پر سیکڑوں کتابیں لکھیں۔ ابن تیمیہ کے مطابق علامہ جوزی کی تالیفات ہزار تک ہیں۔ امام غزالی اور البیرونی کی تصنیفات سو سے تجاوز کرتی ہیں۔

البیرونی پہلے شخص ہے جس نے مستحکم سیکسی اور ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ امام غزالی نے لکھا ہے کہ انھوں نے ہر مذہب اور جماعت کے لوگوں کے خیالات اور نظریات کو پرکھا۔ (6)

امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمد رات کو گہرا مطالعہ کرتے تھے۔ ایک رات ان کے چند رفقاء نے ان سے کہا کہ وہ مسلسل نہ

جاگیں تاکہ ان کی صحت خراب نہ ہو۔ امام محمد نے جواب دیا ”توگ تو اس بھروسے پر سو رہے ہیں کہ کوئی نیا مسئلہ ہمارے سامنے آئے گا تو محمد کے پاس جائیں گے۔ محمد بھی اگر سو جائے تو لوگ کہاں جائیں گے؟“

ایک رات علامہ انور شاہ سخت علالت اور ضعف کی حالت میں لائین کی روشنی میں مطالعہ کر رہے تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے جب انہیں کہا کہ وہ اس تکلیف میں یہ مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں۔ علامہ نے جواب دیا ”بھئی، یہ بھی ایک بیماری ہے۔ مطالعہ بھی ایک بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بیماری مجھے عطا فرمائے۔ یہ بیماری ہمارے بزرگوں کو بھی تھی۔ راتوں کو جاگ کر انھوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے۔

اب بہت بیماری ذمہ داری ہم پر آگئی ہے۔ (7)

حدیث ہے ”جو شخص علم کی جستجو میں سفر کرتا ہے، اسے خدا جنت کا راستہ دکھاتا ہے۔“ حدیثوں کو جمع کرنے کے لیے محدثین نے اسلامی دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک کا سفر کیا۔ جو وسط ایشیاء سے اندلس تک پھیلا ہوا تھا۔ شہر شہر اور قریہ قریہ پیدل گئے۔ اکثر محدثین نے ایک ہی حدیث کی تلاش میں بہت سی جگہوں کے سفر کیے۔ سعید بن المسیب ایک ایک حدیث کی تلاش میں کئی راتیں اور کئی دن مسلسل سفر کرتے تھے۔ کھول نے ایک حدیث کی تلاش میں حجاز، عراق، شام اور مصر کا سفر کیا۔ (8)

محدثوں نے 767ء سے 855ء تک تمام حدیثیں جمع کیں اور اسی کے بعد نئی حدیثوں کا تعین ختم ہوا۔

اسلام ترک دنیا کے خلاف ہے اور شریعت اور طریقت میں تخصیص نہیں کرتا۔ مشہور حدیث ہے۔ ”علم حاصل کرو، خواہ تمہیں چین کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔“

دینیات کے علاوہ مسلمان دوسرے مضامین پڑھتے تھے۔ مساجد اسلام کی یونیورسٹیاں تھیں۔ اساتذہ اور علماء بڑے قابل اور فراخ دل ہوتے تھے۔ (9)

مسلمانوں کی جتنی بھی اعلیٰ و ارفع درسگاہیں ماضی میں رہی ہیں، ان میں دینی و عصری علم کی تخصیص نہیں تھی۔ خطاطی ہو یا ریاضی کے فارمولے، تعلیم کے اصول ہوں یا قرآن و سنت کی تفسیر، تمام علوم ایک ہی نیچ اور ایک اسلوب میں پڑھائے جاتے تھے۔ (10)

ایک دن رسول اکرمؐ اپنے حجرہ مبارک کے نکل کر مسجد کے اندر آئے اور دیکھا کہ وہاں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تسبیح پڑھنے اور ذکر و اذکار میں مشغول تھا۔ دوسرا گروہ علم حاصل کر رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگرچہ دونوں گروہ اچھا کام کر رہے ہیں لیکن وہ گروہ بہتر ہے جو تعلیم کا کام کر رہا ہے۔ پھر آپؐ اسی گروہ میں شامل ہو گئے۔

مسلمانوں کی جتنی بھی اعلیٰ و ارفع درسگاہیں ماضی میں رہی ہیں۔ ان میں دینی و عصری علم کی تخصیص نہیں تھی۔ خطاطی ہو یا ریاضی کے فارمولے، تعلیم کے اصول ہوں یا قرآن و سنت کی تفسیر، تمام علوم ایک ہی نیچ اور ایک ہی اسلوب میں پڑھائے جاتے تھے۔ (10)

حضرت علیؓ کا قول ہے ”دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر جاگ کر عبادت کرنے والے مجاہد سے عالم افضل ہے۔“ اسلام اس علم کے خلاف ہے جس سے بنی نوع انسان کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور اس علم کا مخالف ہے جو دوسروں کو اپنے علم کا فیض نہیں پہنچاتا۔

آنحضرتؐ کا ارشاد ہے ”اس علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔“ اس ضمن میں رسول مقبولؐ نے مزید فرمایا ہے: ”وہ علم جس سے کوئی مستفید نہ ہو، اس خزانے کی مانند ہے جس سے کوئی خیرات راہ خدا میں نہیں دی جاتی۔“ جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی جائے، جس

کو وہ جانتا ہے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

لوگ اپنے پڑوسیوں کو لازماً تعلیم دیں..... اسی طرح لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کرنا ہوگا۔

علم سکھاؤ اور سختی نہ کرو۔

علم نافع سے متعلق ایسی کئی اور حدیثیں ہیں۔

والد یا سرپرست کے لیے حدیث کہتی ہے: ”باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اچھی تعلیم و تربیت دے۔

اسی طرح علماء اور معلموں کی عزت و احترام کے لیے کئی حدیثیں ہیں۔ امام شافعیؒ تو اپنے استاد کے گھر کی طرف پاؤں کر کے سونے سے بھی گریز کرتے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے بے ادبی کا پہلو لکھے۔ امام شافعیؒ کہتے تھے کہ جب وہ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوتے اور پڑھنے بیٹھتے تو کتاب کا ورق الٹنے میں بھی احتیاط کرتے تھے۔

ربیع امام شافعیؒ کے شاگرد تھے۔ وہ کہتے ہیں: ”مجھے جب امام شافعیؒ سے درس لینا ہوتا اور مجھے سخت پیاس بھی لگتی تو اپنی جگہ سے نہیں اٹھتا تھا درس کے دوران اٹھ جانا بے ادبی کی بات ہے۔ (11)

امام ابو حنیفہؒ کے صاحبزادے حماد نے جب پڑھنا شروع کیا اور ان کے استاد نے سورہ فاتحہ ختم کرائی تو امام نے ان کو ایک ہزار روپے نذر کیے۔ معلم نے امام سے کہا: میں نے کونسا بڑا کام کیا ہے کہ آپ اتنی بڑی رقم مجھے دے رہے ہیں۔ امام نے جواب دیا: تم نے میرے بچے کو جو کچھ سکھایا ہے اسے حقیر مت سمجھو۔ اللہ کی قسم اگر میرے پاس اس سے زیادہ رقم ہوتی تو وہ بھی میں بے تامل دیدیتا۔ کیونکہ جو دولت میں تم کو دے رہا ہوں وہ ختم ہو جائے گی اور جو دولت تم میرے بچے کو دے رہے ہو۔ وہ باقی ہی نہیں رہے گی بلکہ بڑھتی چلی جائے گی۔ (13)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے ”جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام ہوں۔ چاہے وہ مجھے سچ دے،

آزاد کروے یا غلام بنائے رکھے۔
ایک حدیث ہے۔ ”جہاں علم اور حلم جمع ہو جائیں ان سے بہتر کوئی دو چیزیں یکجا نہ ملیں گی۔
علامہ کوئی بھی کام کرنے کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ براز تھے۔ امام کرنی موچی تھے۔ شمس الدین حلاوی تھے۔ امام ابو جعفر محمد شمس دوز تھے اور علامہ مروزی قفل ساز تھے۔
ائمہ اربعہ الگ الگ مسلک پر چلتے ہوئے دوسرے مسالک کی قدر کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ نے امام مالک کی تعریف کی ہے۔ امام شافعیؒ نے امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ کی سبجہ علمی کو سراہا ہے۔ امام احمدؒ نے امام شافعیؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ (12)
امیہ، عباسی، فاطمی اور اچین کی اسلامی حکومتوں کے دور میں علم اور سائنس میں نمایاں پیش رفت ہوئی۔ خاص کر خلیفہ مامون اور ہسپانیہ میں مسلمان حکمران عبدالرحمن الناصر کے دور میں دینی اور دنیوی علوم میں بڑی ترقی ہوئی۔
مامون کے عہد میں جہاں امام بخاریؒ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل، امام واقدی اور حافظ بن ہشام جیسے علمائے دین تھے، وہاں مسعودی، یعقوب کندی، محمد بن موسیٰ اخواری اور فرغانی جیسے دانشور، فلسفی اور سائنسدان بھی تھے۔ مامون کے بیت الحکمت میں دنیا کے ہر خطے کے علماء موجود تھے۔
علامہ نصر بن حشیل نے مامون کی قدر دانی کا شہرہ سن کر بصرہ سے خرسان جانے کا قصد کیا تو ان کی مشایعت کے لیے جو لوگ شہر سے نکلے ان کی تعداد قریباً تین ہزار تھی۔ جن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو محدث، نجومی، عروض یا اصول کے معزز لقب سے بے نیاز نہ ہو۔ (13)
مامون نے روم اور یونان کے کتب خانوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرایا جنہیں مسلمانوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ابن خلدون نے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے:
”اہل اسلام کے ارباب فکر و نظر ان علوم پر نوٹ پڑے اور حکمائے یونان کے نظریات پر شدید تنقید کے لیے مستعد ہو گئے۔ اس سلسلے کے نظریات پر حقیقی اور تنقیدی نظر ڈالی۔ ان میں

کتابیں تھیں۔ فاطمی حکومت کے بیت الحکمتہ میں میں لاکھ کتابیں تھیں۔ شاہ ایران آزاد دولہ کی لائبریری خزانہ الکتاب شیراز میں تھی۔ لائبریری کی عمارت میں تین سو ساٹھ کمرے اور پوٹیلین تھا۔ مراد اور علم دوست افراد کی اپنی نجی لائبریریاں تھیں۔ کچھ لائبریریاں عالموں اور علم نواز افراد کو فراخ دلی سے کتابیں مستعار دیتی تھیں۔

ابو القاسم اسماعیل دسویں صدی عیسوی میں ایران کا وزیر اعظم تھا۔ اس کی لائبریری میں ایک لاکھ سترہ ہزار قلمی کتابیں تھیں۔ اسے کتابیں بے حد عزیز تھیں۔ چنانچہ وہ جب بھی

جس شخص سے علم کی کوئی ایسی بات پوچھی جائے، جس کو وہ جانتا ہے اور وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔

ملک کے دورے پر روانہ ہوتا تھا تو وہ تمام کتابیں روف چینی کی ترتیب سے اونٹوں پر رکھی جاتی تھیں، روز پر اعظم کو جس وقت جس کتاب کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس وقت اس کی خدمت میں حاضر کر دی جاتی تھی۔ ابو القاسم اپنی اس قیمتی لائبریری کو میدان جنگ میں بھی لے جاتا تھا۔ (18)

ان دنوں قاتل نوروزی علم افرو لائبریریوں کے منتظم اعلیٰ بنائے جاتے تھے۔ سائنس داں اور فلسفی بوعلی سینا لائبریری کے سربراہ رہے۔ فلسفی اور مورخ ابن مسکویہ بھی لائبریرین تھے۔ عقلیت کے مظاہر مغرب کے اس حصے میں ہوئے جو سب سے بڑھ کر اسلامی دنیا کے زیر اثر آیا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو۔ (17)

یورپ کی درس گاہوں میں عربی پڑھائی جانے لگی اور مسلم شہروں میں یورپ سے طلباء حصول علم کے لیے جانے لگے۔ مسلمانوں کی تصنیفات کا یورپی زبانوں میں ترجمہ ہونے لگا۔

کسی کو رد کیا اور کسی کو قبول کیا۔ اور بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ ان علوم میں اگلوں سے گویا سبقت لے گئے۔ ان اکابر میں فارابی، بوعلی سینا، ابن رشد اور ابن ماجہ مشہور ہیں۔“

عبدالرحمن انساری کے دور میں تفسیر، علم حدیث اور سیرت نگاری کو بڑھا دیا۔ اور دوسری طرف فلسفہ، طبیعیات، طب، تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، فنیات وغیرہ کے علوم میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ ابن رشد، ابن خلدون، ابن ماجہ، ابن طفیل، ابن خلیل اور ابن قسطنطین اس دور کی پیداوار ہیں۔ (14)

پروفیسر قلیپ ہتی رقم طراز ہے: ”اس زمانہ میں جب عرب علماء اسطو کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یورپ میں شارلیمان دور اس کے امراء اپنے نام کے بیچے سکھ رہے تھے۔ قرطبہ میں سترہ ہونے کتب خانے تھے۔ اس زمانے میں جب آکسفورڈ کے عالم غسل خانے کو بے دینیوں کی رسم تصور کرتے تھے، قرطبہ کے مسلمان سائنس داں پر تکلف حماموں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔“ (15)

ابن خلدون جیسے نامور مورخ دور تاریکی کے فرنگ سے متفق یہ سوچتے تھے کہ یہ قومیں اس قدر غبی کیوں ہیں؟ جس طرے بعض علمائے فرنگ یثیہ اور افریقہ کی پسماندگی کو ”رم آب و ہوا پر معمول کرتے ہیں۔“ (16)

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا، ”اگر تقریباً ڈھائی ہزار سال کی ایسی شخصیتوں کا نام لیا جائے جنہوں نے ہر پچاس سال کے بعد انسان کے علم میں اضافہ کیا تو اسلام کے آغاز سے چودھویں صدی تک اس میں مسلمان عالموں، ماہرین، فلسفیوں اور سائنس دانوں کے بکثرت نام آئیں گے لیکن اس کے بعد ایسے نام تلاش کرنا بہت مشکل ہوگا۔“ (17)

اس دور میں لائبریریاں سلامی زندگی اور سوچ میں اہم مقام رکھتی تھیں۔ قرطبہ شہر میں سترہ لائبریریاں تھیں۔ بڑی لائبریری میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔ انجیم کی لائبریری چالیس ہونے کے قریب تھیں اور ہر کمرے میں اندر دھارا

سے کہا ”جہات! جہات! یعنی غضب! غضب! اور یہ کلمات کہہ کر کتاب کو آگ میں جھونک دیا۔ (20)

تک نظر علماء کا خیال تھا کہ احادیث اور فقہ کے مرتب ہونے کے بعد مزید کوئی تحقیق یا اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے صرف تقلید پر زور دیا۔

عالم اسلام میں علم دشمنی کا ایک دور شروع ہوا جو مسلمانوں کے تنزل اور تباہی کا پیش خیمہ تھا۔ متعصب حمد آدروں نے یہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں نے علم اور سائنس کی نادر کتابوں اور تصنیفات کو نذر آتش کیا۔

تصوف اور فلسفہ نے مسلمانوں کو تحقیق اور علم سے دور کر دیا۔ ان کا زیادہ وقت کثرتِ لفظ، ریاضت اور عبادت میں گزرنے لگا۔ بہت سے دانشور فلسفے میں افراط و تفریط کے شکار تھے۔ اور یونانی فلسفہ کی تاویلات اور توجیہات کو من و عن قبول کرنے لگے۔ جب امام غزالی نے امت کی رہنمائی کی۔

امام غزالی کی تبحر علمی اور دینی خدمات کے قطع نظر، بعض محققوں نے لکھا ہے کہ امام غزالی اور امام اشعری نے حصول علم اور سائنسی تحقیق پر کچھ پابندی لگادی۔

امام غزالی علم طبیعیات کے مخالف تھے۔ انھوں نے عم طب اور علم ریاضی کو اسی حد تک جاننے کے لیے کہ جس حد تک انسان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ (21)

ابن خلدون جیسے دانشور اور سرکردہ مورخ رقم طراز ہیں:

”ہم نے حال میں سنا ہے کہ فرنگیوں کے ملک بحر روم کے شمالی ساحل کے علاقوں میں طبیعیاتی فلسفہ کا بڑا چرچا ہے۔ اس کی تعلیم مختلف درجوں میں بار بار دی جاتی ہے اور ان علوم کی تشریح تفصیل سے کی جاتی ہے۔ ان کے جاننے والے بہت ہیں اور طلباء کی تعداد بھی بیشمار ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن ہم اتنا جانتے ہیں کہ ان علوم سے ہماری مدد ہی معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس لیے ان سے دور ہی رہنا بہتر ہو گا۔“ (22)

جدید مورخین نے لگ بھگ یہ تسلیم کیا ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کا اہم ترین محرک وہ علوم تھے، جو مسلمانوں کی معرفت یورپ تک پہنچے۔ (19)

لیکن حالت نے متغی کروٹ لی۔ نویں صدی میں اجتہاد کا دروازہ بند ہوا اور علوم عقیدہ سیکھنے کی حوصلہ شکنی ہونے لگی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں۔ ”نویں صدی میں علماء و متکلمین نے نہ صرف فقہ بلکہ اشبیات کو بھی اصول و ضوابط کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ تحقیق و اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔ مقدمین کی علم آموز اور ذوق آفرین کتابیں نصاب تعلیم سے رفتہ رفتہ خارج کردی گئیں ان کی جگہ ان متاخرین کی کتابیں آگئیں جو اپنے فن میں درجہ اجتہاد نہیں رکھتے تھے اور مقدمین کے صرف شارح یا مقدم تھے۔“ (17)

دسویں صدی کا آخری حصہ عقلیت اور سائنس کے حق میں فحومت کا زمانہ تھا۔ ایسے میں مفکرین کی ایک چھوٹی جماعت نے مسلمانوں میں علم کی شمع روشن رکھنے کے لیے ایک انجمن قائم کی۔ اس کا نام اخوان الصفا رہا۔ انجمن کے ارکان خاموشی سے اس کے سربراہ زید بن رفاعہ کے مکان پر جمع ہوتے تھے اور مختلف سائنسی اور علمی موضوعات جیسے ریاضیات، ہیئت طبیعیات، کیمیات، موسیات، غنویات، ارضیات، نباتات، اخلاقیات، مابعد الطبیعیات، حیاتیات، منطق، جبر، نقل و غیرہ پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ وراپنے حاصل مباحثوں اور نتائج فکر کو رسالوں کی صورت میں شائع کرتے تھے۔ ان علمی رسالوں کو جو سرکاری یا نجی کتب خانوں میں تھے، سب کے سب کو 1150ء میں خلیفہ مستنجد نے حکم سے جلا دیا گیا۔ 1192ء میں حکیم الرکن عبدالسلام پر دہریت کا ازام لگایا گیا اور ان کی کتابیں عوام اور ملاؤں نے مل کر سر بازا کر جلا دیں۔ لوگ کتابیں اٹھا اٹھا کر ایک حاکم کے ہاتھ میں دیتے تھے اور وہ چند کلمات کہہ کر آگ میں پھینکتا جاتا تھا، جب ابن الہیثم کی ہیئت پر لکھی کتاب اس کے ہاتھ آئی تو اس نے لوگوں کو وہ دائرہ دکھا کر جسے مصنف نے کرہ سہوی و ظاہر کیا تھا۔ اس عالم نے بڑے غیبی و غضب

ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عالم اسلام اور عالم عربی کی بے مانگی و کم ہمتی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کے خالص اسلامی و عربی موضوعات پر بھی عرصہ دراز سے منتشر قلمی کی کتابوں پر دار و مدار ہے اور اپنے موضوع پر ایک طرح سے کتاب مقدس (Gospel) کی حیثیت رکھتی ہیں۔“

ایک عرب دانشور عبدالرحمن شیلکام نے دو دہائی پہلے نیویارک ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے جو بات کہی تھی آج بھی مسلم قوموں پر بہت حد تک اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ انھوں

تنگ نظر علماء کا خیال تھا کہ احادیث اور فقہ کے مرتب ہونے کے بعد مزید کوئی تحقیق یا اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ انھوں نے صرف تقلید پر زور دیا۔

نے کہا تھا ”ہم یہاں تی وی دیکھ رہے ہیں۔ فون استعمال کر رہے ہیں اور یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم بیسویں صدی کا حصہ ہیں لیکن ہم ماچس کی ایک تیلی نہیں بنا سکتے۔ ہم سوچتے ہیں کہ ہم ترقی پسند ہیں کیونکہ ہم نئی تہذیب کی چیزیں استعمال کر رہے ہیں۔ لیکن یہ خام خیال ہے۔“ (25)

روزنامہ ”دعوت“ کے مطابق ہندوستان میں آج ایک ہزار میں صرف چار مسلمان گریجویشن کر پاتے ہیں۔

ہندوستان میں اسلامی درس گاہوں میں وہی نظام تعلیم ہے جو چار سو برس پہلے سے چلا آ رہا ہے ورنہ نصاب کو قرآن پاک، حدیث، فقہ، منطق اور ان سے متعلق علوم تک محدود رکھا ہے۔

آج وہی قوم دنیا میں مضبوط اور ترقی کی راہ پر گامزن ہے جو زور تعلیم سے آراستہ ہے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دے رہی ہے۔ سبھی ایسی قوموں کی دہلیز پر چھائی کرتے ہیں۔

آج کل جاپانی زبان میں چھپنے والی سائنسی کتابیں، انگریزی

مختلف دور میں برگزیدہ اور ممتاز علماء کے خلاف تکذیب اور تکفیر کے فتوے لگائے گئے۔ اور امام جیسے، امام غزالی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام نسائی جیسی ہستیاں ان سے نہیں بچیں۔ ایک مسلم دانشور لکھتے ہیں:

”ہماری بد قسمتی دیکھئے کہ جس زمانے میں کمال نظام علمی کی تحقیق میں لگا ہوا تھا، ہم بادشاہت کے نشہ میں مدھوش تھے۔ جب کوپرنگٹن سورج کو مرکز عالم قرار دے رہا تھا تو ہم شراب اور شباب کو اپنا مرکز نگاہ بنائے ہوئے تھے۔ جب گلیلیو دور بین بنا کر کائنات کا مشاہدہ کر رہا تھا، تو ہم اسلاف کی قبروں پر گنبد تعمیر کر رہے تھے۔ جب ہرشل اور زمرن لکیر کائنات کی تخلیق کے تعلق سے اپنے نظریات پیش کر رہے تھے تو ہم اس وقت وضو اور خیمے کے مسائل میں الجھے رہے اور جب ہمارے اسلاف کی کتابیں مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جا رہی تھیں تو اس وقت ہم چنگ و رہاب کی محفلوں میں قہقہے بند کر رہے تھے۔“ (23)

ڈاکٹر عبدالسلام لکھتے ہیں: ”جو ترک ہندوستان آئے۔ ہم سے ان کی رغبت نسبتاً کم تھی۔ وہ اپنی یاد گاریں، مزار اور مقبرے تو چھوڑ گئے۔ مگر سے اور تجربہ گاہیں نہیں۔“

ترکوں، ہندوستانیوں، ایرانیوں اور مصریوں کو مغربی یورپ کی برتری کا اندازہ تھدویں صدی کے اختتام سے پہلے نہیں ہوا۔

چھٹی صدی کے دوران بلاد عربیہ علم میں بہت پیچھے تھے۔ شام میں جہالت عام تھی۔ چھٹی صدی کے دوران حنب میں کسی سپاہی کا خط اس کے گھر آتا تو گھر والے اس خط کو لے کر بہت سے دروازوں پر دستک دیتے۔ تب کہیں جا کر کوئی خط پڑھنے والا ملتا۔ یہی صورت حال خط لکھوانے میں پیش آتی۔

لگ بھگ تمام عرب ممالک میں یہی حال تھا۔ (24)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مسلمانوں کی علمی کمزوری کا

زبان میں ترجمہ ہو کر مقبولیت حاصل کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ الکثیر و نکس میں جاپان کی ترقی ہے۔

انیسویں صدی تک جاپان سائنس اور ٹکنالوجی میں بہت پیچھے تھا۔ حتیٰ کہ پچیسویں صدی کے اوائل میں جاپانی گھوڑے کو نفل لگانا نہیں جانتے تھے۔ جاپانیوں نے نفل بندی سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے امریکی انجینر مل جیری کے جہاز سے رات کے اندھیرے میں ایک گھوڑا چرایا اور نفل کو پکھ کر دوسرے روز گھوڑے کو واپس کر دیا۔

ستمبر 1959ء میں جب روس کاراکٹ چاند پر پہنچا تو امریکی ماہرین نے خلائی ٹکنالوجی میں روسی زبان کی کتابوں کا ترجمہ لازمی سمجھا۔ اور روسی زبان کی کتابوں اور جرائد کا انگریزی میں ترجمہ کر کے انھیں امریکہ میں شائع کیا گیا۔ (26) ایک زمانہ وہ بھی تھا جب یورپ عربی زبان کا گن گاتا تھا۔ یہ سلسلہ امر ہے کہ کوئی بھی مغربی ملک یہ نہیں چاہتا

ہے کہ اسلامی ممالک سائنس اور ٹکنالوجی میں ترقی کریں اور ان سے برتری حاصل کریں۔ اس ضمن میں آیت اللہ خمینی کے اس تاثر کا حوالہ دیتا ہے جانتے ہوگا جو انھوں نے اپنی تصنیف ”اسلامی حکومت“ میں دیا ہے۔

”سماجیت کی یہ کوشش ہے کہ ہم صرف نماز، روزہ کے پابند رہیں اور ہماری زندگی میں اسلام صرف عبادت تک محدود رہے تاکہ ہمارا اس سے کبھی سیاسی فکر اُٹ نہ ہو۔ سماجیت ہم کو دعوت دیتی ہے کہ ہم نماز پڑھتے رہیں جتنی جی چاہے اور ہمارے پٹرول پر قبضہ رہے۔ ہماری نماز سے اس کو کوئی نقصان نہیں ہے۔“

آج مسلمان ذہنی و فکری طور پر دوسری قوموں سے پیچھے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ہماری لامبانی ہے۔ ہمیں آج شاہ ولی اللہ، جمال الدین افغانی سر سید اور اقبال کی ضرورت ہے۔ مسلم مفکر علامہ امیر کلیب ارسلان نے مسلمانوں کے زوال کے



کافی شمشاد

عطر ہاؤس

Topsan®

EXCLUSIVE BATH FITTINGS

عطر (S9) مشک عطر (S9) مجموعہ عطر (S9) جنت الفردوس
نیز 96 مجموعہ، عطر سلی کھوجاتی و تاج مار کہ سرمہ و دیگر عطریات

ہول سیل ورٹیل میں خرید فرمائیں

بالوں کے لیے بڑی بوتلیں

سے تیار ہندی اس میں کچھ
ملانے کی ضرورت نہیں

جلد کو نکھار کر چہرے کو
شاداب بناتا ہے



COSMO TOPAZ



Top Performing Taps

The Cosmos & Topaz Co. 1987

From: MACHINOO TECH, Delhi-53

9111-2263087, 2266080 Fax: 2194947

- 4 - مسلم نمائندگی میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش - مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
- 5 - خلافت اور عزیمت - مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
- 6 - مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات - ایراجیم مہاو عضدوی
- 7 - فقہ اسلامی - ترجمہ مجاہد الاسلام قاسمی
- 8 - علم حدیث اور چند اہم محدثین - سالم قدوائی
- 9 - The Cultural Side Of Islam - Mohammad Pickthal Marnoduke
- 10 - تعلیم و مسلمان - آزادی کے بعد (روزنامہ دعوت) 1998ء
- 11 - روشنی، جلد دوم - شاہ فیض الدین
- 12 - ہانگ ورلڈ ٹیکسٹ اپریل 1999ء
- 13 - الماسون - شبلی
- 14 - انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر - سید ابوالحسن علی ندوی
- 15 - History Of Arabs- Philip Hitti
- 16 - فکر اقبال - از خلیفہ عبدالحکیم
- 17 - نصرت اسلام - پروفیسر آل احمد سرور
- 18 - محراب - اگست 1971ء
- 19 - تاریخ کا سبق - مولانا وحید الدین خان
- 20 - Spirit Of Islam - Syed Amir Ali
- 21 - منقولہ - اچھائے علوم سے صفحہ 57 اور 69 قرآن کی عظمت اور نظریہ علم و سائنس از: عزیز احمد خاں
- 22 - منقولہ - ڈاکٹر عبدالسلام - خواب و حقیقت
- 23 - قرآن کی عظمت اور نظریہ علم و سائنس - عزیز احمد خاں
- 24 - تاریخ افکار و علوم اسلامی - راغب الطہا
- 25 - حوالہ و منقولہ - ہندوستان ناٹمز، برکت احمد - 24 اکتوبر 1982ء
- 26 - اسلام چند صدیوں میں - مولانا وحید الدین خان
- 27 - اسباب زوال امت - علامہ امیر غلیب ارسلان

یہ ذیل کے چار اسباب بتائے ہیں:

جہالت، کم علمی، اخلاقی تنزل اور علماء اور سلاطین کا زوال (27)۔

”موسلم محمد پکھتال تعلیم پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں ”مسلمانوں کے لیے فی زمانہ پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ جہالت کو ختم کر لیں جو مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ ہے۔ اسلام جہالت کو نہیں مانتا۔ جہاں جہالت ہے، وہاں اسلام نہیں۔“ (9)

غیر اسلام علما کے یہ ارشادات سب کے لیے چراغ راہ ہیں۔

”علم حاصل کرو کیونکہ جو شخص رلہ حق میں علم حاصل کرتا ہے وہ ایک کار تقویٰ انجام دیتا ہے۔ جو شخص اس کا ذکر کرتا ہے۔ وہ خدا کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ جو شخص اس کی جستجو کرتا ہے، وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ جو شخص دوسروں کو علم پہنچاتا ہے وہ خیرات تقسیم کرتا ہے۔۔۔۔۔ وہ (علم) ہمارے لیے آسمان کی شمع راہ ہے۔ وہ صحرا میں ہمارا رہبر، ضلوت میں ہمارا انیس اور بے یاری کی حالت میں ہمارا عالم ہے۔ وہ خوشی میں رلہ راست پر رکھتا ہے اور غم میں ہمت باندھتا ہے۔ وہ دوستوں میں زہانت اور دشمنوں میں ڈھال ہے۔“

حواشی

- 1 - اسلامی ریاست - محمد رسالت کے طرز عمل سے استنباد - ڈاکٹر محمد حیدر اللہ
- 2 - Reconstruction Of Religious Thought in Islam - Dr Mohamed Iqbal
- 3 - Outline Of Islamic Culture - A.M.A. Shushtery

عالمی کتاب میلہ

نئی دہلی کے پرگتی میدان میں 14 واں عالمی کتاب میلہ 13-5 فروری 2000ء منعقد کیا جا رہا ہے۔ کتاب میلے میں عاشقان سائنس، ماہنامہ سائنس کے اشغال پر ضرور تشریف لائیں جہاں سائنس کے نادر و نایاب شماروں کے علاوہ، اردو میں سائنسی موضوعات پر شائع کتابیں بھی دستیاب ہوں گی۔

علم کی تقسیم یا ترتیب!

سید عقیل الغروی
پرنسپل جامعہ الثقلین دہلی

بسم الله الرحمن الرحيم (آیت قرآنی)
سبقت رحمته غضبه (حدیث نبوی)

اور جو صفت سب سے کم معرض شہود و مطلع ظہور پر
آشکارا ہوئی وہ علم ہے۔

وما اوتیتکم من العلم الا قلیل (85-17)
لیکن ازراہ کرم وقل رب زدنی علما کا آہنگ طلب
بھی انسان کا حسن طبیعت قرار دیا گیا ہے۔

انسان کے دامن وجود میں آنے والا حصہ علم، علم کل یا
علم مطلق کے مقابلے میں جتنا کم تھا اتنا ہی شعاع ریز یا تابکار
بھی تھا، اور اس سے نکلنے والی ہر شعاع ایک منفرد رنگ و آہنگ
رکھتی تھی..... ظاہر میں اور سطح انداز فکر و نظر کے سامنے اسی
بناء پر ”علم“ کے بجائے ”علوم“ اور پھر ”مختلف علوم“ کی
صورت گری ہوئی۔

بقول یاس یگانہ چنگیزی، ع جنت جس کے گمان میں آیا
علم کے گونا گوں مظاہر کو دیکھ کر صف اول کے ذہین اور
طبائع حسنین نے علم کی تعریف، تقسیم اور درجہ بندی کی
کوششیں شروع کیں۔ اور بات سمجھنے کے بجائے الجھتی چلی
گئی۔ علم کی ایک تقسیم جو قدیم ترین سرمایہ فکر و دانش کے
ساتھ نفل ہوتی ہوئی ہم تک پہنچی ہے اور اب بھی فلسفہ اور
علمیات کی نصابی کتابوں میں دہرائی جاتی رہتی ہے، وہ یہ ہے کہ
علم یا فلسفہ کی ابتدائی طور پر دو قسمیں ہیں فلسفہ نظری اور
فلسفہ عملی۔ پھر ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کی تین تین
قسمیں ہیں: فلسفہ نظری کی تین قسمیں ہیں: ریاضیات،
طبیعیات اور مابعد الطبیعیات۔ اور فلسفہ عملی کی تین قسمیں ہیں
تہذیب نفس یا علم اخلاق، تدبیر منزل اور سیاسیات مدن۔

جامد ہستی کا تار و پود علم اور قدرت سے تیار ہوا ہے۔
علم اور وجود یا ہستی (Existence) میں عینیت کا رشتہ ہے۔ اور
اسی طرح علم اور قدرت میں بھی۔ جس طرح وجود کی تعریف
(Definition) ناممکن ہے اسی طرح علم کی تعریف بھی ناممکن
ہے۔ اور جس طرح وجود کی تقسیم واجب اور ممکن میں کی گئی ہے
اسی طرح علم کی تقسیم بھی ابتدائی طور پر علم واجب اور علم ممکن
میں کی جاسکتی ہے۔ اور پھر ممکنات کی درجہ بندی کے ساتھ
ساتھ علم کی درجہ بندی بھی ممکن ہے لیکن اس کے علاوہ علم کی
کوئی تقسیم قطعی طور پر غیر واقعی اور غیر حقیقی ہوگی۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وجود (اصالت وجود کے
نظریہ کے مطابق) ایک مقورہ تشکیکی ہے۔ یہ ذو مراتب ہے۔
اور واحد غیر عددی ہے۔ اس میں جوہ کثرت ظاہری طور پر
نظر تو آتا ہے مگر حقیقتاً اس میں کثرت کو راہ نہیں۔ بس یہی
حال علم کا ہے۔ دینی زاویہ فکر و نظر سے بھی اس بات کی تصدیق
یوں ہوتی ہے کہ علم اللہ تعالیٰ عز اسد وجل شانہ (حضرت واجب
الوجود) کے صفات ذاتیہ میں سے ہے اور علم کلام یا فن کلام
(اصول دین کے اثبات و تحقیق کے علمی نظام) کے بیشتر
محققین کی رائے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ (یا
صفات جمالیہ) عین ذات ہیں زائد بر ذات نہیں ہیں۔ یعنی
وہی ذات و عالم و علیم و علم ہے! اور

علم ہی قدرت ہے! (کہ وہ بھی صفات ثبوتیہ میں شامل
ہے!)

قرآن حکیم اور یہ ساری کائنات گواہ ہے کہ ذات واجب
سبحانہ تعالیٰ کے جملہ صفات میں سے سب سے زیادہ جو صفت
ظاہر ہوئی ہے وہ فیضان رحمت ہے۔

فقرے کہیں زیادہ فکر انگیز اور جستجو خیز ہیں افسح العرب بلکہ افسح الخلق کی زبان مبارک سے نزول قرآن کے عہد انجلا میں نکلے ہوئے ان الفاظ کے وسیع اور تہہ دار معانی کو بعد کے متشرعین کی معین کردہ مخصوص اصطلاحوں کی روشنی میں محدود اور مقید کر دینا قطعی طور پر مناسب نہیں۔ اس لیے اگر ان الفاظ اور تراکیب کو ان کے تمام تر اطلاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ترجمہ کیا جائے تو کسی طور پر بھی کوئی فنی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور معانی و مفہیم کے تمام نہیں تو اکثر جہات ضرور سمٹ آتے ہیں (اور کسی بھی خاص کتب فکر سے کوئی اصطلاحی کراؤ بھی نہیں ہوتا) کہ عالم بشریت کے معلم آخر ﷺ نے ارشاد فرمایا العلم ثلاثہ علم تم بس تین ہی ہے۔ آیہ محکمہ کوئی معروضی حقیقت

یا
سنۃ قائمہ کوئی پائیدار تہذیب

یا
فریضۃ عادلہ کوئی منصفانہ قانون

وما سوہن فضل اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محض ”ہتر مندی“ ہے۔

پہلے فقرے آیہ محکمہ کے ذیل میں تمام معروضی حقیقتوں کا مطالعہ شامل ہو جاتا ہے یعنی جتنی باقاعدہ (Sciences) ہیں وہ اس ایک کلی عنوان کے تحت آ جاتی ہیں۔ دوسرے فقرے سنۃ قائمہ کے ضمن میں تہذیب و ثقافت اور عمرانیات سے متعلق علم کی تمام شاخیں آ جاتی ہیں اور تیسرے فقرے فریضۃ عادلہ کے ضمن میں تمام استنباطی اور برہانی علوم سمٹ آتے ہیں۔

جوں و کشمیر میں ماہنامہ ”سائنس“ کے سول بجٹ

نوں نمبر 72621

عبداللہ نیوز ایجنسی

فرسٹ برج، لال چوک، سری نگر، کشمیر۔ 190001

علم کی تقسیم (یا درجہ بندی) کہاں تک کوئی اصولی یا منطقی حیثیت رکھتی ہے اور کیا بے چوں چرا قابل قبول ہے یا اس کے علاوہ بھی کوئی تقسیم یا درجہ بندی ممکن ہے؟ اور اس کے علاوہ جس جس طرح سے بھی علم کو تقسیم یا مرتب کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں، وہ کہاں تک درست ہیں؟ سر دست ان سوالات سے تعرض کا موقع نہیں۔ یہ محض تقریب ہے۔ جناب مدیتہ العلم حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) کے ایک ارشاد گرامی سے مستیز و مستفیض ہونے کی۔

روایت ہے (اور فن روایت کے لحاظ سے بے حد معتبر بلکہ صحیح ہے) کہ آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص کے گرد اگر دلوگوں کی ایک جماعت ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے پوچھا: ماہذا؟ ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”اے اللہ کے رسول! یہ ایک بہت ذی علم شخص ہے (رجل علامہ)۔“ آپ نے کہا (وما العلامة) علامہ کیا؟ لوگوں نے کہا: انساب عرب اور شعر اور عربوں کے مختلف فیہ امور کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ علم ہے جس کا جاننا فائدہ نہیں پہنچاتا اور جس کا نہ جاننا نقصان نہیں پہنچاتا۔ اس کے بعد فرمایا اللہ ثلاثۃ: آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلہ ، وما سوہن فضل۔

آنحضرت ﷺ کے یہ ”جوامع کلم“ علمیات (Epistemology) کے باب میں، بطور خاص تعلیمی اور تربیتی (Educational) زاویہ فکر و نظر سے، علم کی تقسیم و ترتیب یا جملہ معصومات کی دستہ بندی اور درجہ بندی کے مسائل و مباحث میں حرف آخر کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے یہ فقرے جو زبان زد محمد شین ہیں، علماء فقہاء کے حلقوں میں بھی شہرت رکھتے ہیں، ان کے ترجمے اور تفہیم کی کوششوں میں پیشتر ارباب حدیث و فقہ نے اپنے اپنے بندھے کئے قواعد اور مصطلحات (Terms) ہی کی پابندی فرمائی ہے۔ لیکن یہ نور ہیز

علم اور اسلام

ڈاکٹر ایس۔ این۔ ایس۔ رضوی
ریڈر شعبہ انگریزی و ڈاکٹر حسین کالج (دہلی یونیورسٹی)
نئی دہلی-110002

کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان علماء اور دانشور علم دین و علم دنیاوی میں کس قدر دلچسپی رکھتے تھے اور کیا کیا کمال حاصل کر چکے۔

(الف) پہلی مثال علامہ ذکریا سید مجتبیٰ حسن موسوی کامونپوری کی ہے۔ علامہ پہلے شیعہ عالم دین ہیں جنہوں نے ہندوستان کے بہترین اوروں سے دین کی اعلیٰ تعلیم امتیاز کے ساتھ حاصل کی اور جو چیز اس صدی کے شروع تک سوچی نہ جاتی تھی یعنی ایک شیعہ عالم تخصص کے لیے ہزاروں سال قدیم جملہ الاذہر (مصر) میں جائے اور مال سنت سے بہترین علم حاصل کرے۔ سنی، شیعہ اتحاد کا مثالی کام انجام دے اور پھر سے تخصص نہ صرف علوم دین بلکہ تاریخ، فلسفہ، جدید طرز تعلیم (Modern Pedagogy) میں کر کے ڈاکٹریٹ حاصل کرے۔ علامہ کامونپوری کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے شعبہ وحیات کا صدر بنایا اور ان کی تدریس سے بیشتر ہندوستانی طلباء مستفید ہوئے۔ یہی نہیں علامہ کامونپوری نے علم دین کے ساتھ جدید دنیاوی علوم کے حاصل کرنے والوں کو ثقافتی معیار بخشا۔ مولانا نے ایک تقریر میں سامعین کو مطلع کیا کہ سب سے پہلے ابتدائی۔ اساسی اور بنیادی تعلیم کی تحصیل کے لیے اسلام نے انسان کو متوجہ کیا۔ اس اہم انسانی فریضہ تعلیم کے لیے مسلمانوں میں بے توجہی پر علامہ نے نظر کی اور ایک اور عالم علی گڑھ یونیورسٹی کے تحت قائم کیا جہاں بغیر کسی فیس یا کسی اور خرچ کے بنیادی لسانی، ثقافتی اور کردار سازی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہفتہ میں دو روز رات کے وقت درس و تدریس کا سلسلہ چلا رہا۔ شب میں اسکول اس لیے تھا کہ طلباء اور سرورس کرنے والے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ نماز عشاء کے بعد حضرات جمع ہوتے اور علمی اور دینی مسائل پر

جاہلوں کا کیا ذکر۔ پڑھے لکھے غیر مسلم اور بہت سے تعلیم یافتہ مسلم بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اسلام صرف دینی تعلیم پر زور دیتا ہے اور دنیاوی علوم سے غیر دلچسپی کا اظہار کرتا ہے۔ اسلام سے ناواقف حضرات کے لیے یہ غلط فہمی قابل معافی ہو سکتی ہے لیکن کسی بھی لادانہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھنے والے کو اس کلمہ توحید و نبوت کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جیسا کہ اسی اشارہ میں حجۃ الاسلام والمسلمین سید عقیل اشرفی پرنسپل جملہ الثقلمین کے مقالے سے عیاں ہے اللہ عالم و خالق علم ہے اور اس کا رسول ﷺ علم پر اتنا زور دیتا ہے کہ محمد کا کلمہ پڑھنے والوں کی ناواقفیت نا قابل عذر ہے۔ مشہور حدیث ہے ”طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة“ یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ اور عربی زبان میں علم سے مراد صرف علم دین نہیں بلکہ وہ تمام علوم (Sciences) ہیں جنہیں صدیوں سے انسان اور عرب مسلمان حاصل کرتے رہے ہیں۔ رسول مقبول کا فرمان کہ علم حاصل کرو چاہے چین سے ملے اس بات کا اشارہ ہے کہ دنیا میں سائنس کا حاصل کرنا ویسا ہی دشوار امر ہے جیسا کہ ان کے زمانے میں آج سے ہزاروں سال پہلے عرب کے ریگستان سے ملک چین میں جانا تھا۔ دنیاوی علوم میں لویت عربوں کو حاصل ہے یہ رسول مقبول کی حدیثوں اور ہدایتوں کا نتیجہ ہے۔ میں یہاں ان تمام مسلمان سائنسدانوں کے نام نہیں گونانا چاہتا جنہوں نے جغرافیہ، معدنیات، طب، سرجری، جراثیم اور نباتات اور لسانیات اور دوسرے علوم عالم میں اپنا سکہ منوایا اور آج جنوب مشرق کے بڑے بڑے سائنسدان ان کے مرہون منت ہیں۔ میں صرف آؤر جدید ہندوستان کی دو ایسی ٹاپیاں مثالیں پیش

منصوبہ ہے جس کے تحت دینی علم کے ساتھ ساتھ جدید علوم جیسے سائنس، ٹکنالوجی اور میڈیسن وغیرہ کی اعلیٰ سطح کی تدريس کا منصوبہ ہے۔ ایک لاکھ پچیس ہزار مربع گز زمین پر کروڑوں روپے کی عمارتوں کی تعمیر کا کام چل رہا ہے۔ یو جی سی (UGC) کے قوانین اور وزارت تعلیم کے ضوابط سدرلو ہیں لیکن انشاء اللہ ہم اس ادارے کو تمام دنیا کے لئے ایک مثالی جامعہ بنا کر پیش کریں گے جس میں کسی بھی فرقے کا مسلمان مختلف حیثیتوں سے اپنا تعاون پیش کر سکتا ہے تمام دنیا کے بڑے بڑے مفکر، ماہرین تعلیم و تدریس اور سائنسداں حضرات ہمارے یہاں کام کرنے کو اپنی خدمات پیش کر چکے ہیں۔ جب بھی حکومتی قوانین اس یونیورسٹی کے نقد کی رکاوٹیں دور کر سکیں گے ہم ۱۱۱۱ کے خواب کو ایک تابناک حقیقت میں انشاء اللہ بدل دینگے جس میں دنیا کے بہترین دماغ علم دین اور دنیاوی سائنسوں کی تدریس ایک ہی وقت میں اور دونوں میں توازن برپا کر کے کریں گے۔

لوپر دیئے ہوئے خاکے کے بارے میں مسلمان سائنسداں، میڈیکل اور سرجری اور ٹکنالوجی کے ماہر حضرات ہم سے رابطہ قائم کریں۔ ان کی علم دوستی کا فیض ہم علم کی جستجو میں لگے مسلمان طلباء تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ توفیق الا باللہ۔ ایک حدیث شریف پر خاتمہ کرتا ہوں جس سے واضح ہو جائے گا کہ رسول مقبول دین و دنیا میں صحت مند توازن کے خواہاں تھے اور یہی اسلام کا مقصد اعلیٰ ہے جیسی آپ نے فرمایا ہے ”وہ مجھ سے تعلق نہیں رکھتا جس نے دنیا کو آخرت کے لئے چھوڑ دیا یا آخرت کو دنیا کی لالچ میں ترک کر دیا۔“

جدہ (سعودی عرب) میں
ماہنامہ ”سائنس“ کے تقسیم کار

مکتبہ رضا

نزد پاکستان ایمبسی اسکول حبیبی العزیز۔ جدہ

گھنٹوں بحث و مباحثہ ہوتا۔ ہفت میں کچھ دن ان طلباء کے لیے مخصوص تھا جو سائنس اور میڈیکل میں تھے تاکہ اسلام اور سائنس پر تقریریں کریں۔ اس تجربہ کا مقصد یہ تھا کہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے کہ مذہب اسلام اور سائنس دو متضاد چیزیں ہیں۔ اور مسلمان صرف علم دین حاصل کرے تو کافی ہے۔ اس تجربے کے تحت ایک مایہ ناز سنٹرل یونیورسٹی میں سائنس اور اسلام دونوں کی تعلیم کا کام ہوا اور یہ دنیا کو معلوم ہوا کہ سائنسی تعلیم اور اسلام دو الفاظ جدا ہیں لیکن دونوں کا اصل ایک ہے۔ یعنی ارتقاء بنی انسانی اور انسانیت میں نور علم کی فراوانی۔ (ب) دوسرا تجربہ جس کا ذریعہ میں ذکر رہا بہت توجہ طلب ہے اور مسلمان دانشور اور ملک کے تعلیمی احکام اور اداروں کی اس میں دلچسپی لازمی ہے۔ ایک دہائی سے زائد عرصہ تک تعلیم و تدریس کا کام کرنے والا ادارہ سفینۃ الہدیہ (ٹرمنٹ) نئی دہلی نے خرسچی میں اقدیر بلڈنگ میں کئی بار مختلف سیمینار کے ذریعہ ہمارے مدارس میں جدید علوم کو نصاب میں شامل کرنے پر تبادلہ خیال کیا اور ریویویشنز پاس کئے۔ آج وزارت تعلیم کا پانچ ماہر سول کو جدید کرنے کے لئے شروع ہو رہا ہے۔ لیکن انہیں علم نہیں کہ یہ ادارہ اس کام کو دس سالوں سے کر رہا ہے اور راقم الحروف نے اس سلسلے میں ایک سیمینار دینی حکومت کو مہینوں قبل پیش کی تھی۔ لیکن جیسا کہ میرا خیال ہے ہندوستان کی مرکزی اور ریاستی حکومتیں صرف جہالت کو بڑھلاوا دیتی ہیں۔ آج تک کسی ایسے پروگرام کو منظور نہ ملی وہاں صرف عوام کے ووٹ حاصل کرنے کے طریقوں پر کروڑوں صرف ہو رہے ہیں لیکن صرف حاکموں کی تنقید مناسب نہیں۔ چاہیہ ہے کہ وہی انتظامیہ عوام کو میسر ہوتا ہے جس کے وہ مستحق ہیں، کوئی ایسا پروگرام جو اخلاق، علم اور ثقافت کو فروغ دے ہمارے انتظامیہ کی فکر کے ماوراء ہے۔

اسی سفینۃ الہدیہ کے لئے میں نے بحیثیت پروجیکٹ ڈائریکٹر ایک تجویز کو با معنی شکل دی ہے ”نامیہ اسلامک یونیورسٹی“ (I.I.U.)۔ یہ مسلمان علماء دین اور دانشور ان قوم کا

اسلام کا تعلیمی نظریہ

یعنی ہر وہ علم جو انسانوں کے لیے نفع بخش ہو حاصل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے خواہ وہ کسی بھی نام سے موسوم ہو خواہ وہ علوم دینیہ کے تحت آنے والے علوم فقہ، حدیث، قرأت وغیرہ ہوں خواہ وہ علوم عصریہ کے تحت آنے والے علوم جغرافیہ، ریاضی، فن حرب، فن طباعت و خطابت وغیرہ۔ مگر افسوس ہوتا ہے اس وقت جب علمائے قوم ان دونوں علوم میں تفریق کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ایک دوسرے کا دشمن قرار دے دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج عوام عصریہ کا ہر علوم دینیہ سے یکسر بیگانہ رہتا ہے اور فضلاء مدارس دنیا کے نشیب و فراز سے بالکل نا آشنا ہوتے ہیں۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ مدارس عربیہ میں دونوں علوم کو ایک ساتھ لے کر چلتے البتہ اتنا زور مؤرخانہ ذکر علم پر نہ دیتے جتنا کہ علم دین کے حاصل کرنے پر دیتے اس سے یہ ہوتا کہ مدرسے سے فراغت کے بعد دوسرے علوم میں پیشگی حاصل کرنے کے لیے دیگر اداروں میں طلباء جاتے اور مطلوبہ علم کے میدان میں ترقی کرتے مگر یہاں اب ضروری ہوتا ہے کہ مختصر اودونوں طرح کے علوم کے بارے میں اسلام کے نظریے پر روشنی ڈالی جائے اس کے بعد نظریہ قائم کیا جائے کہ کیا ایب ہو سکتا ہے کہ بیک وقت دونوں طرح کے علوم حاصل کیے جاسکتے ہیں جبکہ امت مسلمہ کا ایک طبقہ اب بھی عصری علوم کا مخالف اور ان کو فتنہ و فساد کا سبب مانتا ہے۔

علوم دینیہ

آخر کیا وجہ ہے کہ اسلام نے حصول علم پر سب سے زیادہ زور دیا۔ اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ اس سے بنی نوع انسانی کا بھلا، اخروی و دنیوی نجات اور جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا اس پر پورا اترتا ہے۔ انسان کو بنانے کا

اسلام کے اندر بعض چیزیں فریضے کے تحت داخل ہیں اور فریضے کا اطلاق ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جس سے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ یعنی فریضے کے تحت عبادتیں و احکام کو ہر صحیح و سالم انسان پر پورا کرنا لازم ہے۔ انہی فریضہ جات کے تحت اسلام نے علم کو رکھا ہے۔ ارشاد رسول ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة (ابن ماجہ بخاری) عورت پر فرض ہے

اسلام نے اپنے پیروؤں کو سب سے پہلے جس چیز کی طرف متوجہ کیا ہے وہ حصول علم ہے۔ بغیر علم کے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ مسلمان ہو جائے تو اس کے لیے ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ تخلیق آدم کے بعد اللہ نے سب سے پہلے انھیں علم عطا کیا علم آدم الاسماء کلھا (بقرہ) یعنی اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور جب اپنے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا تو سب سے پہلے جس چیز کا حکم دیا وہ علم ہی کے تحت تھا۔ ارشاد ہوا اقراء باسم ربك الذی خلق (علق) ”پڑھ اپنے رب کا نام لے کر جس نے تم کو پیدا کیا۔“

اسلام کے مطلوبہ علم کے دائرے پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس نے ہر اس علم کو طلب کرنے پر زور دیا ہے جس سے کہ بنی نوع انسانی کو فائدہ حاصل ہو یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ حصول علم کے سلسلے میں برابر دعائیں کیا کرتے تھے: ”اللهم انی اسئلك علماً نافعاً وعلماً متقبلاً ورزقاً طیباً (احمد)“ ”اے اللہ میں تجھ سے نفع پہنچانے والے علم، مقبول عمل اور اس رزق کا طالب ہوں جو پاک ہو۔“ نیز اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ یہ بھی کہا کرتے تھے تعود باللہ من علم لا ینفع (ابن ماجہ) ”تم پناہ چاہو اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔“

مقصد ہی یہ تھا کہ وہ زمین میں خدا کا نائب رہے اور وہ لوگ اس کے نائب رہیں جن کا خدا پر مکمل ایمان اور اس کے دیئے ہوئے علم پر دسترس ہو۔ اور یہ سہرا صرف انھیں کے سر ہو گا جنھیں ہم مسلمان کے نام سے جانتے ہیں۔ مگر افسوس ہوتا ہے اس وقت جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان بجائے حاکم دنیا ہونے کے محکوم ہے اور طرح طرح کی ذلتیں اس پر مسلط ہیں۔

اس کی وجہ جب تلاش کی جاتی ہے تو وہ صرف علم سے دوری ہی سمجھ میں آتی ہے اور دوسروں کی برتری کا سبب ان کے علمی تنگ دود میں ہی چھپ نظر آتا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ نظام دنیا میں خدا کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو کوئی بھی اس کے بتائے ہوئے ضابطے پر چھے گا وہ کامیاب رہے گا خواہ وہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا خود مسلمان ہو۔ ارشاد ہے:

اسے نبی کہہ دیجئے کیا وہ لوگ جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے ہیں برابر ہو جائیں گے۔ (الزمر)

لہذا ہم نے علم کو چھوڑا اور محکوم ہوئے۔ غیر قوموں نے علم کو پکڑا اور حاکم بن بیٹھے۔ اس کے باوجود بھی ہمارے کان پر جوں نہیں رینگتی کہ اپنے رویے میں تبدیلی لائیں بلکہ ہم خود چاہتے ہیں کہ ہمارے اوپر ظلم مسلط رہیں جس کا ثبوت آج مسلمانوں کا آپس میں رویہ ہے۔

قرآن وحدیث نے جگہ جگہ حصول علم اور اس کے فوائد پر تبصرہ کیا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ذکر کر دیا جائے جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کیوں علم پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔“ (فلطس) سب سے پہلے ہم مقصد علم میں یہی دیکھ سکتے ہیں کہ علم کیونکر ضروری ہوا۔ علم انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ خدا سے ڈرے، اور جینک خدا سے ڈرنا انسان کو دین و دنیا دونوں میں فلاح و کامرانی سے ہمکنار کرے گا۔

دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ حصول علم کی وجہ سے اس کے

درجات دوسرے لوگوں کے مقابلے زیادہ بلند ہوں گے۔ ”اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم عطا کیا گیا ہو۔“ (مجادلہ) یعنی جنھوں نے بعد ایمان علم کے حاصل کرنے پر وقت صرف کیا ہو اور اسے اس کے مقصد میں کامیاب کیا گیا ہو۔ ”اے نبی آپ کہہ دیں کہ کیا اہل علم اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو جائیں گے۔“ (الزمر)

یہ تھیں وہ آیتیں جسے قرآن نے علم داں حضرات کے لیے بطور خوشخبری اور دیگر لوگوں کے لیے عبرت حاصل کرنے کے لیے بیان کیا ہے۔ جب ہم حدیث رسول اللہ ﷺ پر نظر ڈالتے ہیں تو اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ علم کے حاصل کرنے پر کیوں اتنا زور دیا گیا ہے نیز حصول علم کے فوائد کیا کیا ہیں۔ ایک بات اور پیش نظر رہے کہ یہ سارا حکم اس ہستی سے لئے بھی ہے جسے لوگ صرف گمراہی کی چھار دیواری میں رہنے والی صنف نازک سمجھتے ہیں اور انھیں ہر اس سہولت سے دور رکھتے ہیں جس کو اسلام نے انھیں دیا ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل وہ حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول نے ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی دلیلیں ہیں جسے اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ ارشاد رسول ہے۔ ”جس نے علم حاصل ہونے والے طریقے کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے جنت میں جانے کا راستہ ہموار کر دیگا۔“ (مسلم)

معلم خیر کے لئے تمام چیزیں مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔“ (ترمذی)

”جو شخص علم کی تلاش میں نکلے وہ اس وقت تک خدا کی راہ میں ہے جب تک واپس نہ آجائے۔“ (ترمذی)

”عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر۔“ (ابوداؤد)

”کسی شخص کو اس حالت میں موت ہو جائے کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے

اور انبیاء کے درمیان صرف نبوت کا فرق ہو گا“ (طبرانی)

اب چند مثالیں عورتوں کی تعلیم کے سلسلے میں تحریر کرتے چلیں جس سے یہ پتہ چلے گا کہ عورتوں کو تعلیم دلانا درست ہے کہ نہیں۔ ارشاد رسول ہے۔ ”اور ایک شخص جس کی ایک باندی ہو اور اس نے اسے اچھی طرح ادب سکھایا اور اس کو بہتر طریقے سے تعلیم دی۔ پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لی اس کے لئے دہرا اجر ہے“ (بخاری)

یہ واقعہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم ضروری ہے کہ ایک مرتبہ عورتوں نے ایک عورت کو نمائندہ بنا کر آپ کے پاس بھیجا اور اس عورت نے آکر عرض کیا ”اے اللہ کے رسول آپ کی دعوت تو صرف مردوں تک ہی محدود ہے براہ کرم ہمارے لئے وقت مقرر فرمائیں تاکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا وہ علم سیکھیں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔“ (بخاری)

لہذا آپ نے انہیں تعلیم دی۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن کا احاطہ یہاں مشکل ہے البتہ اس سلسلے میں ان کتابوں کا مطالعہ مفید ہو گا جو اس موضوع پر لکھی گئی ہوں یا ”تہذیب الاخلاق“ ماہ جنوری 1999ء کے شمارے میں راقم کے مضمون کو دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ سب وہ آیات و احادیث تھیں جن میں علم دین کے حاصل کرنے پر بحث کی گئی ہے اور اولیت بھی اسی علم کو حاصل ہے کہ پہلے اسی کو حاصل کیا جائے۔

علوم عصریہ

دنیا کے وہ سارے علوم جو مذہبی تعلیم کے علاوہ ہیں ان کا نسب کسی نہ کسی طریقے سے سائنس سے جا کر ملتا ہے جسے ہم عصری علوم کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ اس کے تحت آنے والے علوم کو حاصل کرنے کی اسلام نے اجازت ہی نہیں دی بلکہ عملاً حاصل کر کے دکھلا بھی دیا ہے تاکہ متاخرین اس سے عبرت حاصل کریں اور اسی مقام پر فائز رہیں جس مقام پر اسلام انہیں دیکھنا چاہتا ہے۔ مگر افسوس کہ بعد کے دور کے مسلمانوں نے نہ صرف اسے بھلا دیا بلکہ ہر ممکن کوشش کی کہ

اسے فروغ نہ حاصل ہو۔ اپنے تصابات سے انہیں نکال پھینکا اور نتیجے میں دنیا نے انہیں پستی کی طرف ڈھکیل دیا اور وہ غلوم بن کی جی رہے ہیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ قرن اولیٰ یا پھر اس عہد تک جب تک مسلمانوں کو عروج حاصل تھا دینی و عصری علوم میں کسی قسم کی تقسیم نہیں ملتی ہے۔ ان کی تاریخ چیخ چیخ کر یہ بتاتی ہے کہ میڈیسن کے موجد ہم، ریاضی کو پروان چڑھانے والے ہم، فلسفہ کو مظہر عام پر لانے والے ہم، بیت الحکمت جیسے ادارے قائم کرنے والے ہم ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی تاریخ اسلاف پر فخر کرنے والوں نے نہ صرف اسے بھلا دیا بلکہ ایک تحسینی علم معیوب ہو گیا۔ ضروری ہے کہ ایک بار پھر اپنی تاریخ کو دہرائیں اور وہی مقام حاصل کرنے کی کوشش کریں جس مقام کو ہمارے اسلاف نے نہ کہ حاصل کیا بلکہ دوسری قوموں کے لیے مشعل راہ بن گئے۔

اس سلسلے میں ہمیں قرآن و حدیث سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ اس علم کو حاصل کیا جائے جس کی بنیاد عقل و حکمت سے مضبوط کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”حکمت و دانائی حکمت و دانائے شخص کی گمشدہ چیز ہے۔ پس جہاں وہ اس کو پائے اس کے حاصل کر لینے کا وہ زیادہ حقدار ہے۔“ قرآن کے اندر بھی بہت ساری آیتیں ملتی ہیں جس کا اشارہ سائنس کی بنیاد یا پھر سائنس کے اہم ستون غور و فکر پر ہے۔ ارشاد ہے:

”تم رحمن کی تخلیق میں کسی قسم کی بے رہ بلی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے۔ بار بار نگاہ و ژاؤں تھک کر نامر لا پلٹ آئے گی۔“ (ملک)

”کیا وہ لوگ لونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا گیا (یعنی عجیب حیثیت پر) اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو کس طرح کھڑا کیا گیا اور زمین کو کس طرح بچھایا گیا۔“

”بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور دن

رات کے پلٹ پلٹ کر آنے میں دلائل ہیں جن لوگوں کے لیے جو عقل والے ہیں۔“

”اور ہم نے داؤد کو فضیلت عطا کی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔“

”اور ہم نے سیمان کے لیے تانبے (کو پگھلا کر) کا چشہ بہا دیا۔“

معلوم ہوا کہ دو داؤد اور سیمان کو یہ قدرت حاصل تھی کہ وہ مذکورہ چیزوں کو اپنے استعمال میں لے آئیں اور وہ لے آئے۔

”اور وہ لوگ جو خدا کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں۔“

”یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود ان کے اپنے نفس میں بھی“

”اور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے کہ ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس سے دانے اگائے جن کو وہ اپنی خوراک کے لیے استعمال کرتے ہیں۔“

”بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے تغیر میں اور کشتی میں، جو سمندر میں لوگوں کو نفع دینے والے تجارتی مال کو لے کر چلتی ہے اور اس بات میں کہ خدا آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس بات میں کہ اس نے زمین کے اوپر ہر قسم کے جاندار پھیلادیے ہیں اور ہواؤں کی تبدیلیوں میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لیے۔“

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف، بیشک اہل علم کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔“

”اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں کہ یہ ان سے گزرتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں یعنی غور و فکر نہیں کرتے۔“

یہ قرآن کی وہ آیتیں تھیں جن کا اشارہ غور و فکر کی طرف ہے اور جب اس پر غور و فکر کیا جائے گا تو لامحالہ وہی چیز کہلائے گی جو آج سائنس کہلاتی ہے۔ اب اسی سلسلہ میں جب ہم دور رسالت کا مطالعہ اس باب میں کرتے ہیں تو بہت سے صحابہ و صحابیات ایسے نظر آتے ہیں جنہیں فن حرب، فن طب و جراحی، فن دباغت، فن کتابت، فن زراعت، فن تجارت، علم سیاست میں مہارت حاصل تھی مختصر اچند ناموں کا ذکر کر رہا ہوں:

طب و جراحی میں حضرت رفیدہ اسلمیہ، ام عطیہ، ام مطاع، علم کتابت میں حضرت حفصہ، ام کلثوم، کرمہ۔ علم زراعت میں انصار کی عورتیں نیز مہاجرین میں حضرت اسماء کا بھی مشغلہ تھا۔ تجارت میں حضرت خدیجہ، حولہ، ملکہ، فن جنگ میں حضرت ام عمارہ (جنگ احد) حضرت صفیر (جنگ خندق) حضرت ام سلمہ (جنگ حنین)۔ علم سیاست میں حضرت شفاء بنت عبد اللہ کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ وغیرہ۔

اب اس سے آگے چلیں تو دیکھتے ہیں کہ آنحضرت کی وفات کے تقریباً سو سال بعد مسلمانوں نے اس زمانے کے سارے علوم پر عبور حاصل کر لیا اور ساڑھے تین سو سال تک ان کو پروان چڑھایا۔ سائنس میں اسلامی دنیا کے نقطہ عروج کا زمانہ یہی ملک بمشک 1000ء کا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں ابن سینا، البیرونی، ابن الہیثم، بخارا زمی، رازی، ہسودی، ابوالوفی، عمر خیام، جیسے نامور سائنسدان موجود تھے اس کے بعد ابن رشد، نصیر الدین طوسی، ابن نفیس جیسے نامور لوگ گزرے۔ انھوں نے وہ کارنامے انجام دیئے جو یورپ کے لوگوں کے لیے مشعل راہ بن گئے۔

اب تک مسلمانوں کا جو رویہ علم کے تئیں رہا ہے اس سے یہی اندازہ لگتا تھا کہ یہ قوم موجودہ پست مقام سے بھی بہت نیچے گر سکتی ہے مگر خوش آئند بات ہے کہ اب اس کا احساس وارث الانبیاء علماء قوم کو ہونے لگا ہے اور جگہ جگہ سے اس کی موافقت میں آوازیں اٹھنے لگی ہیں۔

باقی صفحہ 50 پر

47

جنوری 2000ء

دین اسلام اور علم

سید ظہیر عباس جعفری
جامعہ امامیہ۔ تنظیم الکتاب، نکھنؤ

سب سے آگے نظر آئے اور یہی وہ علم و حکمت ہے جسے قرآن مجید نے خیر کثیر قرار دیا ہے (جسے حکمت عطا ہوئی اسے خیر کثیر عطا ہوگئی)۔ اسلام نے صرف علم کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کروا کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ ہر وہ علم جس کی سانج اور معاشرے میں ضرورت ہو دین اسلام نے اس معاشرے کے افراد پر اس علم کے حصول اور اس میں اس طرح سے مہارت حاصل کرنے کو کہ سانج کی ضرورت پوری ہو جائے واجب قرار دیا ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھ کر مسلمان اس ترقی یافتہ دور میں دیکھے کہ کس علم وہ ہنر کی مسلم سانج کو ضرورت ہے اور کس علم کا حصول واجب ہے؟

اسلام میں جان، زندگی، عمر اور وقت کی بہت قیمت ہے مگر علم کی منزلت و قدر کے سامنے یہ چیزیں پچ ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد پیغمبرؐ ہوا ”گوارے سے لے کر قبر تک علم حاصل کرتے رہو۔“ اسام نے وطن کو کافی اہمیت دی ہے لیکن جہاں علم کی بات آئی تو ارشاد پیغمبرؐ ہوا ”علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے۔“ مفہوم یہ ہے کہ وطن لکھ عزیز ہو لیکن اگر حصول علم کی خاطر دور دراز کا سفر کرنا پڑے تو بھی علم حاصل کر لینے میں ہرگز پیچھے مت بنو۔ اسلام نے اہل نفاق و اہل کفر سے دور رہنے کا حکم دیا مگر جب علم و حکمت کی بات آئی تو ارشاد ہوا ”خذ الحکمة ولومن اهل النفاق“ حکمت اہل نفاق سے لے تو بھی حاصل کرو۔ اب سوال یہ کہ کیا صرف مرد ہی علم حاصل کریں مرد ہی ترقی کریں اور صنف نازک اس سے دور رہے؟ دین اسلام نے طلب علم اور حصول علم کے سلسلے میں مرد و عورت کے امتیاز کو یکسر ختم کر دیا ہے۔ رسول اکرمؐ کی مشہور و معروف حدیث ہے ”طلب علم ہر مسلمان مرد و عورت

دین اسلام وہ مفرد مذہب ہے جس نے علم و حصول علم پر زبردست تاکید فرمائی ہے اور جابجا عالم محکم و معلم کی فضیلت کا ذکر کر کے علم کی عظمت و مرتبے پر چار چاند لگا دیے ہیں۔ حدیث میں آیا کہ ملائکہ طالب علم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور معلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا ”جس نے مجھے ایک حرف سکھا دیا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا۔“ نبیؐ بلاغت۔ کلمات قصار۔ فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار شدہ قیدیوں میں سے کچھ کو فدیہ سے کر اور کچھ (جن کے پاس مال نہیں تھا) کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو لکھنا اور پڑھنا سکھائیں۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے بلکہ دین اسلام نے اسلام کو قبول کرنے کی تمام تر تاکید و تہنیت قبول کرنے کی صورت میں جہنم و نار کے وعدے کے باوجود اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کوئی شخص تمام ادیان عالم اور دین اسلام کے سلسلے میں مکمل تحقیق و جستجو کر کے اور پوری طرح معرفت حاصل کرنے کے بعد اگر مذہب اسلام اس کی سمجھ میں نہ آئے (انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا) تو وہ پیش پروردگار متعال معذور ہو گا اور اس کا عذر اس کی تحقیق و جستجو کی وجہ سے قبول کر لیا جائے گا۔ اسلام کے نزدیک فکر و تدبر و علم کی اتنی زیادہ اہمیت ہے۔ یہاں تک ارشاد ہوا ”تفکر ساعة افضل من عبادة سنة (ترجمہ) ایک ساعت کی فکر و تدبر سال بھر کی (بلا فکر) عبادت سے افضل و بہتر ہے۔“

اسلام نے علم کو صرف اپنے نکلے ہی نہیں لگایا بلکہ اپنے پیروکاروں کو اس بات کی زبردست تاکید فرمائی کہ یہ خوش نصیب اگر مسلمان کہلاتے ہیں تو عالم کے سامنے عالم بھی کہلائیں کہ علم و حکمت کا کوئی بھی میدان ہو اس میں مسلمان

لے کر دنیا و آخرت کی سعادتوں سے خود بھی بہرہ ور ہوں اور دوسروں کو بھی بہرہ ور کریں۔

بقیہ : اسلام کا نظریہ علم

اس مختصر جائزے کے بعد آخر میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر اس علم سے نوازے جو نفع بخش ہو اور ہر اس علم سے بچائے جو نقصان دہ ہو۔ جس سے خود اللہ کے رسول ﷺ نے پناہ مانگنے کی تلقین کی اللہم انی اعوذ بك من علم لا ينفع (ابن ماجہ)۔ اساتذہ و متعلمین مدارس کو اس سلسلے میں یہ قدم اٹھانا چاہئے کہ وہ اپنے نصاب میں اس سلسلے کی کتابیں رکھیں۔ میں نہیں کہتا کہ مدارس ہی میں انھیں ڈاکٹر اور سائنسدان بنائیں، نہیں بلکہ مدارس کے قائم کرنے کا جو نصاب العین ہے اسے ہی پورا کیا جائے لیکن طلباء کو علوم عصریہ سے آشنا کر دیا جائے تاکہ مستقبل میں وہ اگرچاہیں تو دوسرے اداروں سے اپنے کھوئے ہوئے علم کو حاصل کر سکیں اور عینی میدان میں وہ مقام پیدا کر سکیں جس سے ایک بار پھر مسلمان اپنی کھوئی ہوئی میراث پالیں۔

3۔ علم حاکم ہے مال محکوم ہے۔

4۔ مال کے جمع کرنے والے ہلاک ہو گئے اور علم جمع کرنے والے زمانے تک علم کے ذریعے دلوں میں باقی رہیں گے۔

ان تمام حقائق کے باوجود ہمارے سماج اور معاشرے کی سب سے بڑی غلط فہمی اور نا سمجھی یہ ہے کہ دین اسلام نے جس قدر بھی علم کی تاکید کی ہے اور علم کی فضیلت کا ذکر کیا ہے اس سے مراد صرف علم قرآن، علم حدیث، علم تفسیر و علم فقہ وغیرہ ہے۔ لیکن یہ بالکل احمقانہ فکر و سوچ ہے۔ یہ بات اور ہے کہ ان علوم کی ہر فرد کو ضرورت ہے مگر قرآن و احادیث مبارکہ میں جس علم کا ذکر ہے اس سے مراد صرف یہی علم نہیں بلکہ ہر وہ علم مراد ہے جو انسان کے لیے فائدہ مند ہو انسان کے لیے سعادتوں کا ذمہ دار ہو۔ اسی لیے دین مقدس اسلام نے صرف ان علوم سے انسان کو روکا ہے اور حرام قرار دیا ہے جو انسان کے لیے بلا وجہ کی زحمت ہوں اور جس کے نتائج غیر نیک ہوں۔

دین مقدس اسلام مفید علوم کی قدر کرتا ہے اور ان کے سیکھنے اور سکھانے والوں کو مرتبہ عطا کرتا ہے تاکہ ہر کاروان اسلام ہر طرح کے علمی میدان میں تمام اقوام عالم سے سبقت

سائنس کلب

گپ کے اس محبوب ماہنامہ کو پڑھنے والے نہ صرف ہندوستان کے کونے کونے میں بلکہ دور دراز کے ممالک میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ ماہنامہ سائنس نے اردو دلوں کو ایک نایاب پلیٹ فارم مہیا کیا ہے۔ اس کو مزید فعال بنانے اور قدیمین (خصوصاً سکول و مدر سے کے طلباء و طالبات) کے درمیان بہتر پہچان اور تعلق قائم کرنے کی غرض سے ہم ”سائنس کلب“ کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ آپ اپنے دو عدد نوٹو (بلیک اینڈ وائٹ ہوں تو بہتر ہے) کے ساتھ اپنا مختصر تعارفی کوپن (صفحہ 56 پر دیا ہوا ہے) بھر کر ہمیں بھیج دیں۔ آپ کی تصویر اور تعارف ہم شائع کریں گے۔ ساتھ ہی آپ ”سائنس کلب“ کے ممبر بھی بن جائیں گے۔ آپ کارکنیت نمبر آپ کو بذریعہ ڈاک بھیج دیا جائے گا۔ اس طرح قارئین آپس میں ایک دوسرے سے برہور است رابطہ بھی قائم کر سکیں گے۔ انشاء اللہ مستقبل میں ہم ہر علاقے سے سائنس کلب کے ممبران کے بیچ ایکشن پکسی اور مناسب طریقے سے عہدیداران کا انتخاب کر کے ان کے ذریعے سائنس کے فروغ کے لیے کچھ جامع پروگرام شروع کریں گے۔ عاشقان سائنس سے پر جوش و بھر پور تعاون کی درخواست ہے۔ آئیے قدم سے قدم ملا کر چلیں اور ایک نئی علمی اور اصلاحی تحریک کی شروعات کریں۔ اللہ علی الحماۃ

سائنس اور مسلمان

(3) سیاسی نظام جو خلافت راشدہ کے بعد سے لے کر اس صدی کے وسط تک رہا ہے، اس نظام کا ورثہ خاص طور سے اس برصغیر میں موجود فکری تھلہ

(4) بادشاہت نے فکری طور پر جمود میں پڑی ہوئی قوم کو ڈپریشن کا شکار بنایا۔

(5) ہندوستان کی آزادی نے مسلمانوں کو فوراً تو اور بھی پیچھے ڈھکیل دیا تھا اور اس پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ جانوروں کی طرح سارا وقت اپنی بقا اور جان کی حفاظت میں صرف کریں۔ ایسے حالات میں سائنس یعنی آرام دہ زندگی کی طرف وہ کیسے سوچ سکتے تھے۔

کسی بھی قوم میں ترقی اسی وقت تک شروع ہوتی ہے جب تک اس قوم کے افراد میں Creativity پیدا ہوتی رہتی ہے مگر اس سے پہلے اس قوم کو ایک طویل پروکس (Process) سے گزرنا ہوتا ہے جس کی بنیاد ایک خاص عقیدے یا نظریے پر ہوتی ہے اور پھر وقت اور ضرورت کے لحاظ سے اس نظریے کی بنیاد پر ایک خاص فکر کو اس قوم میں رچایا بسایا جاتا ہے اور یہ مقاصد جو عناصر انجام دیتے ہیں وہ ہیں سیاسی اور ذہنی ادارے۔ یہ دونوں نظام چاہے یکجا ہوں، چاہے الگ الگ، مقصد اور رہنمائی ان ہی سے ملتی ہے یہ ادارے الگ ہو کر بھی اگر ایک دوسرے پر محتسب بنے رہیں تو ترقی میں رکاوٹ کا باعث نہیں بنتے۔

اسلام کا ابتدائی زمانہ تو خود ایک معجزہ ہے کہ اتنے کم عرصے میں ایک نئے ذہن کی قوم تیار ہو جاتی ہے۔ قانون مرتب ہو جاتا ہے ایک خاص تہذیب کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ علم سفر کرتا ہے اور ایک نئے علم کا سفر شروع ہو جاتا ہے جو عقائد میں تو مختلف تھا مگر دنیا کے لیے اس وقت تک کے علم میں رد و قبول کرتا ہو۔ اور جب بغداد اور اسپین پہنچتے تو یہ ذہانت کی بلند یوں کو چھو رہا ہوتا

بیسویں صدی کے اس آخری دہے میں مسلمانوں میں یہ احساس شدت سے پیدا ہوتا ہے کہ آج کی ترقی میں اور خاص طور سے سائنس کی ترقی میں وہ کہاں کھڑے ہیں۔ سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا کوئی حصہ کیوں نہیں ہے؟ سائنسی انقلاب کا مسلمان دنیا پر کوئی اثر کیوں نظر نہیں آتا؟ وغیرہ وغیرہ اور آخر وہ کیا عناصر تھے اور وہ کون سے واقعات اور لمحات تھے جنہوں نے مسلمانوں کو سائنس کی ترقی میں حصہ دار بننے سے محروم کر دیا؟

اسی دور سے بیسویں صدی کے وسط تک ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو مسلمانوں کے سیاسی نظام یعنی مسلمانوں کی تاریخ اور معاشرے کے تجزیات سے کچھ اسباب تک پہنچا جاسکتے ہیں۔ اس کا تجزیہ معاشرے کے مسائل کے علاوہ نفسیات سے بھی کیا جاسکتا ہے مثلاً معاشرے کی نفسیات بنانے میں ہمارے مدرسوں کا کیا رول رہا ہے شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر۔ اور وہ کیا حقیقتیں تھیں، وہ کیا کردار تھا ان مدرسوں کا جو معاشرے پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ حالات اور واقعات کے علاوہ وہ کیا رویہ (Attitude) تھا جس نے مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی اور ان کے ورثے سے محروم کر دیا اور شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ سائنس کی ترقی میں بھی حصہ دار نہ بن سکے۔

مختصر یہ کہ مختلف پہلوؤں سے مطالعہ اور مشاہدہ جن وجوہات کی طرف نشاندہی کرتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(1) مسلمانوں کے دینی اداروں میں عام طور پر شخصیت بنانے کے بجائے شخصیت کو ختم کر دیا جاتا تھا۔ تخلیقیت (Creativity) کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔

(2) یہ ادارے تبدیلی (Change) ترمیم (Modification) نظر ثانی (Updating) تجدید (Modernization) جیسے الفاظ سے خوفزدہ تھے۔

ہے۔ اس دور کی کامیابیوں پر نظر ڈالیں تو لگتا ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا ہوتا۔ فتوحات کے نتیجہ میں ہونے والی ساری ترقی ہوئی اور بہت تیزی سے ہوئی۔ مگر جب امارت سے انانیت کی طرف رخ ہوا تو مقاصد اور ان کی سمت بدل گئی۔ ترقی اور مفادات کا مرکز قوم نہیں افراد بننے لگے افراد میں بیشک بہت بڑے بڑے نام اور کام پیش گئے ابن سینا، فارابی، امام رازی، ابن خلدون وغیرہ کا دور بغداد کی تباہی اور اہلین کے خاتمے کے ساتھ سب ختم ہو گیا خلیفہ علم کے کتب خانے میں کم از کم 4 لاکھ کتابیں تھیں۔ یہ سب کچھ تو تھا مگر ان حکومتوں کے پاس شاید قوم یا عوام کے لیے کوئی واضح پروگرام نہیں تھا یا آئندہ کے لیے کوئی مقاصد طے نہیں تھے جو فکری عمل میں آتے۔

بہر حال جو کچھ ہوا تھا اور جو کچھ بچا تھا وہ کم از کم برصغیر کے مسلمانوں کا ورثہ بن سکا۔ اس میں چاہے مسلمان دنیا کی کوتاہی رہی ہو یا شاہی نظام کی جس نے تعلیم کا ایک نیا نظام دے کر مسلمانوں کو ان کے علمی ورثے سے دور کر دیا۔ اس تسلسل کے ٹوٹنے سے آج کی زندگی پر اس طویل اور شاندار دور کا کوئی بھی اثر نظر نہیں آتا۔ سوائے اس کے کہ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اس دور کو کبھی عقیدت سے اور کبھی حسرت سے پڑھ لیتے ہیں۔ تسلسل میں رہنے والا عزم و فکر یا اس تسلسل کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ذہن جب فکر و عمل کی سمت یا منزل میں کوئی تبدیلی لائے ہیں تو وہ قابل قبول ہوتی ہے کیونکہ اسی تبدیلیاں ماضی اور حال میں توازن قائم رکھتی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ اپنی جڑوں اور جدیدیت میں توازن قائم رکھتی ہیں۔

اہلین کے بعد خلافت سلطنت عثمانیہ میں بھی رہی اور پھر مسلمانوں کی حکومت برصغیر میں صدیوں تک رہی۔ دیکھنا یہ ہے کہ برصغیر میں سیاسی اور دینی اداروں نے مسلمانوں کو فکری طور پر کہاں پہنچایا۔ اگر سیاسی نظام میں فکر و مقاصد دینے کی گنجائش اور اسلامی روح ختم ہو چکی تھی تو کم از کم دینی ادارے تو قوم کو سہارا دیتے۔ مصیبت کے وقت ان اداروں سے صرف ایک ہی آواز سننے میں

آتی ہے وہ ہے جہاد کرو اور جنت حاصل کرو۔ موقع اچھا ہے۔ یہ ادارے حکمت عملی اور تعاون کی تربیت نہیں دیتے۔ ان لوگوں کی سوچ کا رخ ایک ہی رہا ہے جان دینا اور مصیبتوں میں زندگی گزارنا وغیرہ۔ کچھ عظیم مقاصد ایسے بھی ہیں جن کے لیے جان کا باقی رہنا ضروری ہے۔

یہ ادارے مثبت پہلوؤں پر توجہ نہیں دلاتے ایک طرف تو ان اداروں میں شخصیتوں کو ختم کیا جاتا ہے جس کی ابتداء بچے کو قرآن شریف شروع کرواتے وقت ہی ہو جاتی ہے یعنی بری طرح مار پیٹ کا عمل۔ دوسری طرف ماحول اچھا اس طرح کا بنایا جاتا ہے کہ نہ سر پر بال ہوں نہ نگھٹا ہو۔ ایسے میں آئینے کی ضرورت تو خود ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس انداز کو پسند کیا جاتا ہے اور آرام دہ زندگی کا دور دور تک کوئی تصور نہیں ہوتا۔ ایسے ماحول میں رفتہ رفتہ تکالیف کا عادی بنا کر آرام دہ زندگی سے دور کر دیا جاتا ہے۔ شاید معاشرے کی اس نفیست نے ہم کو سائنس کی طرف جانے نہیں دیا کیونکہ سائنس اور ٹکنالوجی تو آرام کے سامان مہیا کرتی ہے۔ مختصر سی زندگی میں زیادہ سے زیادہ کام کرنے کے مواقع پیدا کرتی ہے۔

انبیاء کے سامنے بڑا مشن ہوتا تھا، ان کے لیے تکالیف کا اٹھانا بھی ضروری تھا مگر ان تکالیف کا ذکر مصیبت کے وقت پر صبر و ہمت دلانے کے لیے ہونے کے بجائے ان تکالیف کو اس انداز سے بیان کیا جاتا اور اتنا کر کیا جاتا کہ آرام دہ زندگی کو برا سمجھ یا گیا اور یہ سمجھا گیا کہ جس نے دنیا میں آرام دہ زندگی گزار لی اس کے لیے بعد کی دنیا میں اخلاص کی کمی آجائے گی۔ لہذا ساری توجہ جنت حاصل کرنے پر لگا دو۔ اس ذہن کی ایک جماعت آج بھی موجود ہے۔ جنت کی خواہش میں دنیا کو اپنے لیے جہنم بنایا۔ میرے خیال میں جنت حاصل کرنے کے لیے پہلے دنیا کو جنت بنانا چاہئے۔ انبیاء کو تو قوم کی تربیت میں ہر قسم کی مثالیں پیش کرنی ہوتی تھیں مثال کے طور پر جب حضرت فاطمہ بنت رسولؐ نے اپنے لیے خلام کی بات کی تو حضورؐ نے خلامہ کے بجائے تسبیح

بتلائی جو تسبیح فاطمہ کہلاتی ہے۔ اس کا تعلق بھی اس عظیم مشن سے تھا اور تربیت بھی کرنی تھی اور حالات کے لحاظ سے فیصلہ کرنے بھی سکھانے تھے۔ ایسی مثالوں پر یعنی ایسی سنتوں پر عمل کرنے سے بیشک ثواب ضرور ہے مگر اسے قانون نہیں بتایا جاسکتا۔ عقیدے میں جب حد کو پار کر جاتی ہیں تو حقائق ذہن سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

ایک اور عنصر جس نے ہمارے معاشرے کو نقصان پہنچایا وہ تھا کسی بھی تبدیلی کو قبول نہ کرنے والا ذہن۔ ہمارے ادارے تبدیلی کے لفظ سے خوفزدہ رہے۔ علم و فکر کو وقت کے لحاظ سے ڈھاننا برا سمجھا گیا جس سے ذہنوں میں جمود آتا گیا۔ حرکت اور تبدیلی تو زندگی کی علامت ہے۔ جمود فرد اور قوم کو ختم کر دیتا ہے۔ وقت کے ساتھ تبدیلی اور تشریح کو اسلام کہیں بھی منع نہیں کرتا بلکہ وقت اور ضرورت کے مطابق تشریح قرآن کا قیامت تک کے لیے ہونا ثابت کرتا ہے۔

بہر حال اس جمود نے ہماری صلاحیتوں کو اتنا رنگ خور دہ بنادیا کہ جولاؤ ڈاؤن سپیکر آیا تو یہ سمجھا گیا کہ اس میں شیطان بول رہا ہے۔ آخر کار یہ مسئلہ طے ہوا۔ پھر کمرہ ایجاد ہوا تو تصویر کی ممانعت کی وجہ سے حرام ہو گیا۔ آج اسی تکنیک پر ہزاروں مشینیں بن گئی ہیں جن کا استعمال کسی بھی آپریشن سے پہلے ضروری ہے۔ نقصانات کے ڈر سے فائدوں کو نظر انداز کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ انگور کی تیل کو شراب کے ڈر سے کاٹ دیا جائے اور انگور کے فائدوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔

تبدیلی، ایجاد اور آرام کو برا نہیں سمجھا گیا تو مغرب میں۔ ایک معمولی آدمی نے سلائی کی مشین ایجاد کر دی۔ ایجاد کرنے کے لیے روپیہ اور صلاحیت چاہئے۔ ویسے تو یہ نایاب نہیں ہے مگر استعمال نہ کرنے سے نایاب ہو سکتا ہے۔

ایک نسل علم میں اضافہ کرتی ہے یا وقت اور ضرورت کے لحاظ سے تبدیلیاں کرتی ہے تب ہی آنے والی نسل کے لیے وہ علمی ورثہ قابل قبول ہوتا ہے۔ علم زمانے کے لحاظ سے ہم

آہنگ (Update) ہونا چاہئے۔ فکر میں جمود سے علم میں بھی جمود آتا ہے۔ علم تو بہاؤ چاہتا ہے۔ بہتا ہوا علم ہی وقت کی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے۔ جہاں بھی پہنچتا ہے وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے تبدیلی و ترمیم چاہتا ہے۔ علم میں جمود علم کو ناقابل استعمال بنادیتا ہے۔ علم کو گدلا بنادیتا ہے۔ جس طرح ایک جگہ جمع ہو پانی گدلا ہو جاتا ہے اور ناقابل استعمال ہو جاتا ہے۔

معاشرے کا یہ جمود اسلام کے مزاج اس کی افادیت اور اس کی روح سے میل نہیں کھاتا۔ اس نقصان نے مسلمانوں کو سائنس یا عملی میدان میں آنے نہیں دیا۔ عقیدہ یا نظریہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اس کا رخ ہی فکر اور مقاصد کو اونچا بایست بناتے ہیں۔

اموی دور سے آج تک ایک نظر ڈالیں تو فکر و مقاصد کو جو رہنمائی ملتی رہی تھی وہ غیر محسوس طریقے پر بدستور رہی ہے۔ امارت سے مکمل بادشاہت کا سفر صدیوں میں طے ہوا۔ علم کے جمود نے مقاصد کو ذہنوں سے اوجھل کر دیا۔ واضح ہدایات اور واضح مقاصد ام الکتاب کے الفاظ کی تہوں میں غوطہ لگا کر ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ کے معنی اور مفہوم کو محدود کر دینا علم کو محدود کر دینا ہے۔ ہمارے دینی اداروں نے ضرورت سے زیادہ احتیاط میں قوم کو فکری جمود کی طرف ڈھکیل دیا۔ خاص طور سے برصغیر کے مسلمانوں کو اس ذہن سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ بادشاہت میں ملک میں ترقی تو بیشک ہوئی۔ عوام کی بنیادی ضروریات پوری کر دی جاتی تھیں مگر اس کے منفی اثرات یہ ہوئے کہ عوام کی حکومت میں دخل اندازی یا شمولیت بالکل نہیں رہی۔ نہ کچھ سوچنا ہوتا تھا نہ کچھ کرنا ہوتا تھا لہذا فکری تسلسل ختم ہو گیا اور جمود آہٹیا۔ آخر کار اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ نے اس جمود کو توڑا۔ شاہ ولی اللہ چونکہ خود اس مقام پر تھے جس کی وجہ سے وہ ان ذہنوں سے ٹکر لے گئے اور ام الکتاب کا ترجمہ کر کے اس قوم کے جمود کو توڑا۔

مختصر یہ کہ جمود ٹوٹنے کے بعد پہلا قدم آزادی کی طرف 1857ء کا تھا۔ دوسرا قدم 100 سال بعد آزادی حاصل کرنے

ہو رہے اور متحرک ہو رہے۔ ان پچاس سالوں میں خاص طور سے ہندوستان کا مسلمان الحمد للہ اس قابل تو ہو رہے کہ دنیا کے ساتھ چل سکے۔ اب اکیسویں صدی میں اگر دنیا کا مسلمان اس قابل ہو جائے کہ آج کے علوم میں کچھ اضافے کر سکے اور اپنی وقت کی ضروریات اور اس چیلنج کو قبول کر کے اس کے مطابق عمل کر سکے تو وہ آگے بھی نکل سکتا ہے۔ ساتھ ہی اس ترقی سے پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی دنیا کو مہیا کر سکتا ہے۔

کا تھا۔ آزادی کے فوراً بعد تو مسلمانوں کی حالت ایسی تھی کہ بس جانوروں کی طرح سارا وقت اپنی بقاء اور حفاظت میں صرف کرنا پڑا۔ مگر ان پچاس سالوں میں تیسرا قدم احساس خودی کا پیدا ہونا ہے نیز یہ احساس پیدا ہوا کہ ہم آج علم کی میڑھی پر کہاں کھڑے ہیں۔ اب احساس خودی واپس آنے کی وجہ سے ہمارے متوسط طبقے میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے جو کہ مسلمانوں کے سیاسی نظام دور حکومت میں نہ ہونے کے برابر تھا اور نہ ہی متحرک تھا اور نہ ہی اس کا کوئی اثر تھا۔ جبکہ ہر زمانے میں یہی متوسط طبقہ سب سے زیادہ

کاوش انعامات 1999

ادارہ سائنس کے کرم فرما ڈاکٹر عبد المعز شمس نے تیرہ سال کی طرہٴ امسال بھی ”کلوش“ کے تحت شائع ہونے والی بہترین تحریروں کے لیے نقد انعامات کا تعاون دیا ہے۔ یہ انعامات ”دینی مدارس“ اور ”اسکول سسٹم“ کے طلباء کے لیے الگ الگ دیئے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر شمس ماہر امراض چشم ہیں، النور اسپتال سیل پور چنڈ کے ڈاکٹر ہیں اور فی الحال مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں۔ مکہ مکرمہ در گردونواح کے واسطے ادارہ سائنس کے گھراں و ذمہ دار ہیں۔

دینی مدارس ذمہ:

پہلا انعام (تین سو روپے نقد) اسلام اور سائنس (مارچ 1999) محمد سلیم اشرف، الجامعۃ الاسلامیہ، تلکھنا،

پوسٹ شیوہی نگر، ضلع سدھار تھ نگر۔ یوپی

دوسرا انعام (دو سو روپے نقد) ستاروں سے آگے (جولائی 1999) سید ظہیر عباس جعفری، جامعہ امامیہ

تنظیم امکا تب، 28 جگت نرائن روڈ، گولہ سنج، بکھنوا۔ 336018

اسکول سسٹم ذمہ:

پہلا انعام (تین سو روپے نقد) سائنس کیا ہے؟ کیوں ہے؟ (گست 1999) محمد مستحسن فروقی (IX-A) محلہ جوتا

بازار کو تولی دروازہ بیڑ۔ 431122

دوسرا انعام (دو سو روپے نقد) اسلام اور تحفظ ماحول (جون 1999) احمد فیصل فروقی (XI) ایم پو بازار

سینٹر سیکنڈری اسکول۔ علی گڑھ۔ 202002

تیسرا انعام (سورپے نقد) : دور بین (فروری 1999) تحسین افروز (XI) قلندر یہ اردو ہائی اسکول و جونیر

کالج، چہل پورہ۔ منگروں جیڑ۔ 444403

نوٹ . انعام پانے والے اپنا رہائشی پتہ فوراً روانہ کریں، تاکہ انعامی رقم کا منی آرڈر کیا جاسکے۔

خریداری / تحفہ فارم

اردو سائنس ماہنامہ

میں "اردو سائنس ماہنامہ" کا خریدار بننا چاہتا ہوں / اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں / خریداری کی تجدید کرانا چاہتا ہوں (خریداری نمبر.....) / رسالے کا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں۔ رسالے کو درج ذیل پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک / رجسٹری ارسال کریں:

نام.....

پتہ.....

..... چن کوڈ.....

نوٹ:

- 1۔ سالہ رجسٹری ڈاک سے منگوانے کے لیے زر سالانہ = 300 روپے اور سادہ ڈاک سے = 130 روپے (انفرادی) نیز = 140 روپے (اداراتی و برائے لائبریری) ہے۔
- 2۔ آپ کے زر سالانہ روانہ کرنے اور ادارے سے رسالے جاری ہونے میں تقریباً چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد ہی یاد دہانی کریں۔
- 3۔ چیک یا ڈرافٹ پر صرف "URDU SCIENCE MONTHLY" ہی لکھیں۔ دہلی سے باہر کے چیکوں پر = 15 روپے بطور بینک کمیشن بھیجیں۔

پتہ: 665/18A ذاکر نگر۔ نئی دہلی 110025

شرح اشتہارات

- مکمل صفحہ ----- = 1800 روپے
 نصف صفحہ ----- = 1200 روپے
 چوتھائی صفحہ ----- = 900 روپے
 دوسرا و تیسرا کور ----- = 2100 روپے
 پشت کور ----- = 2700 روپے
- چھ اندراجات کا آرڈر دینے پر ایک اشتہار مفت حاصل کیجئے۔
 کمیشن پر اشتہارات کا کام کرنے والے حضرات رابطہ قائم کریں۔
 پتہ برائے مقابلہ جاتی خط و کتابت:
 ایڈیٹر سائنس

پوسٹ باکس نمبر: 9764

جامعہ مگر نئی دہلی۔ 110025

شرائط ایجنسی (دیکم جنوری 1997ء سے نافذ)

- 1۔ کم سے کم دس کاپیوں پر ایجنسی دی جائے گی۔
- 2۔ رسالے بذریعہ وی۔ پی روانہ کیے جائیں گے۔ کمیشن کی رقم کم کرنے کے بعد ہی وی۔ پی کی رقم مقرر کی جائے گی۔
 شرح کمیشن درج ذیل ہے:
- 50 - 10 کاپیوں پر 25 فیصد
- 101 - 50 کاپیوں پر 30 فیصد
- 101 سے زائد کاپیوں پر 35 فیصد
- 3۔ ڈاک خرچ ماہنامہ برداشت کرے گا۔
- 4۔ بچی ہوئی کاپیاں واپس نہیں کی جائیں گی۔ لہذا اپنی فروخت کا اندازہ لگانے کے بعد ہی آرڈر روانہ کریں۔
- 6۔ وی۔ پی واپس ہونے کے بعد اگر دوبارہ ارسال کی جائے گی تو خرچ ایجنٹ کے ذمہ ہوگا۔

110025 - 665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی

266/6 ذاکر نگر، نئی دہلی۔ 110025

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ:

سرکولیشن آفس:

سائنس کلب کوپن

نام _____
 مشغلہ _____
 کلاس / تعلیمی لیاقت _____
 اسکول / ادارے کا نام و پتہ _____

 پین کوڈ _____ فون نمبر _____
 گھر کا پتہ _____

 پین کوڈ _____
 تاریخ پیدائش _____
 دلچسپی کے سائنسی مضامین / موضوعات _____

 مستقبل کا خواب _____

 دستخط _____
 تاریخ _____

(اگر کوپن میں جگہ کم ہو تو الگ کاغذ پر مطلوبہ معلومات بھیج سکتے ہیں۔
 کوپن صاف اور خوشخط لکھیں۔ سائنس کلب کی خط و کتابت
 665/18 ڈاک نمبر نئی دہلی 110025 کے پتے پر کریں۔ یہ خط
 پوسٹ باکس کے پتے پر نہ بھیجیں)

کاوش کوپن

نام _____
 کلاس _____
 اسکول کا نام و پتہ _____

 پین کوڈ _____
 گھر کا پتہ _____

 پین کوڈ _____ تاریخ _____

سوال جواب

نام _____
 تعلیم _____
 مشغلہ _____
 مکمل پتہ _____
 پین کوڈ _____
 تاریخ _____

- رسالے میں شائع شدہ تحریروں کو بغیر حوالہ نقل کرنا ممنوع ہے۔
- قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جائے گی۔
- رسالے میں شائع شدہ مضامین کے حقائق واعدلو کی صحت کی بنیادی ذمہ داری مصنف کی ہے۔

اوز، پرنٹر، پبلشر شاہین نے کلاسیکل پرنٹرس 243 چاوڑی بازار دہلی سے چھپوا کر 665/12 ڈاک نمبر
 نئی دہلی 110025 سے شائع کیا۔ مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن

61-65 انسٹی ٹیوشنل امیریا

جنگ پوری، نئی دہلی۔ 110058

نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت	نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت
1- 151.00	اے چنڈیک آف کاسن ریسرچ ان یونانی سسٹم آف میڈیسن	19.00	29- کتاب الحادی۔ VII (اردو)	151.00	
2- 360.00	انکش	13.00	30- المعالجات البقراطیہ۔ I (اردو)	360.00	
3- 270.00	اردو	36.00	31- المعالجات البقراطیہ۔ II (اردو)	270.00	
4- 240.00	ہندی	16.00	32- المعالجات البقراطیہ۔ III (اردو)	240.00	
5- 131.00	بنگالی	8.00	33- عمیون الانبانی طبقات الاطباء۔ I (اردو)	131.00	
6- 143.00	تامل	9.00	34- عمیون الانبانی طبقات الاطباء۔ II (اردو)	143.00	
7- 109.00	سینڈو	34.00	35- رسالہ جودیہ (اردو)	109.00	
8- 34.00	کنڑ	34.00	36- فریکو کیسیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمویشن۔ I (انگریزی)	34.00	
9- 50.00	ازبیک	44.00	37- فریکو کیسیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمویشن۔ II (انگریزی)	50.00	
10- 107.00	گجراتی	44.00	38- فریکو کیسیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارمویشن۔ III (انگریزی)	107.00	
11- 86.00	عربی	19.00	39- اسٹینڈرڈ انٹرینشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف یونانی میڈیسن۔ I (انگریزی)	86.00	
12- 71.00	کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ I (اردو)	86.00	40- اسٹینڈرڈ انٹرینشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف یونانی میڈیسن۔ II (انگریزی)	129.00	
13- 275.00	کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ II (اردو)	205.00	41- اسٹینڈرڈ انٹرینشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف یونانی میڈیسن۔ III (انگریزی)	188.00	
14- 150.00	کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ III (اردو)	150.00	42- کیسٹری آف میڈیسیل پلانٹس۔ I (انگریزی)	340.00	
15- 07.00	امراض قلب (اردو)	57.00	43- دی کسپیسیٹ آف تھ کینٹرول ان یونانی میڈیسن (انگریزی)	131.00	
16- 93.00	امراض ریہ (اردو)	71.00	44- کنٹری بیوشن فوری یونانی میڈیسیل پلانٹس فرام ہارٹھ کرکٹ ڈسٹرکٹ تامل ناڈو (انگریزی)	143.00	
17- 107.00	آئینہ سرگزشت (اردو)	169.00	45- میڈیسیل پلانٹس آف گوالیار فرسٹ ڈویژن (انگریزی)	26.00	
18- 13.00	کتاب البعدہ فی البحر ارجت۔ I (اردو)	50.00	46- کنٹری بیوشن فوری میڈیسیل پلانٹس آف علی گڑھ (انگریزی)	11.00	
19- 195.00	کتاب البعدہ فی البحر ارجت۔ II (اردو)	190.00	47- حکیم اسماعیل خاں۔ دی وریٹائل جینٹس (مجلد 1، انگریزی)	71.00	
20- 180.00	کتاب الکلیات (اردو)	143.00	48- حکیم اسماعیل خاں۔ دی وریٹائل جینٹس (مجلد 2، انگریزی)	57.00	
21- 143.00	کتاب الکلیات (عربی)		49- کلینیکل اسٹڈی آف ضیق النفس (انگریزی)	05.00	
22- 143.00	کتاب المنصوری (اردو)		50- کلینیکل اسٹڈی آف وجع الفاسل (انگریزی)	04.00	
23- 143.00	کتاب الابدال (اردو)		51- میڈیسیل پلانٹس آف احمد پور دیش (انگریزی)	164.00	
24- 143.00	کتاب انجیسر (اردو)				
25- 143.00	کتاب الحادی۔ I (اردو)				
26- 143.00	کتاب الحادی۔ II (اردو)				
27- 143.00	کتاب الحادی۔ III (اردو)				
28- 143.00	کتاب الحادی۔ IV (اردو)				

ڈاک سے منگوانے کے لیے اپنے گزڈر کے ساتھ کتابوں کی قیمت بذریعہ بینک ڈرافٹ، جوڈائر کنٹری۔ سی۔ آر۔ ایم نئی دہلی کے نام مایوسٹیکل روڈ فرامین۔ 100/00 سے کم کی کتابوں پر محصول ڈاک بذریعہ خریدار ہوگا۔

کتاب مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں:

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن 61-65 انسٹی ٹیوشنل امیریا، جنگ پوری، نئی دہلی۔ 110058 فون : 5599-831,852,862,883,897

RNI Regn.No. 57347/94 Postal Regn.No. DL-11337/2000 Licenced to Post Without Pre-Payment
at New Delhi P.S.O. New Delhi-110002 Posted On 1st and 2nd of Every Month Licence No.
U(C)180/200 Annual Subscription. Individual - Rs. 130 Institutional -140. Regd Post - Rs 300

Urdu **SCIENCE** Monthly



سر پرستوں کی
بے لوث خدمت نے
ہمیں بنادیا ہے

سب سے بڑا

شہری

کوآپریٹیو

بینک

بمبئی مرکنٹائل کوآپریٹیو بینک لمیٹڈ

شیڈولڈ بینک

رجسٹرڈ آفس : 78 محمد علی روڈ، بمبئی 400003

دہلی برانچ : 36 نیا جی سچاش مارگ، دریا گنج، نئی دہلی 110002